بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ وَعَلٰی عَبۡدِہِ الۡمَسِیۡحِ الۡمَوۡعُوۡدِ

وَلَقَدۡ نَصَرَکُمُ اللّٰہُ بِبَدۡرٍ وَّاَنۡتُمۡ اَذِلَّۃٌ

جلد 69

شمارہ 41

ہفت روزہ بدر قادیان

Weekly BADAR Qadian

ایڈیٹر منصور احمد

نائب تنویر احمد ناصر ایم اے

شرح چندہ
سالانہ 700 روپے
بیرونی ممالک
بذریعہ ہوائی ڈاک
50 پاؤنڈ یا
80 ڈالر امریکن
یا 60 یورو

www.akhbarbadrqadian.in

20 صفر 1442 ہجری قمری • 8 اخاء 1399 ہجری شمسی • 8 اکتوبر 2020ء

ارشاد باری تعالیٰ

اَفَلَا یَتَدَبَّرُوۡنَ الۡقُرۡاٰنَ ؕ وَلَوۡ کَانَ مِنۡ عِنۡدِ غَیۡرِ اللّٰہِ لَوَجَدُوۡا فِیۡہِ اخۡتِلَافًا کَثِیۡرًا

(النساء:83)

ترجمہ: پس کیا وہ قرآن پر تدبّر نہیں کرتے؟ حالانکہ اگر وہ اللہ کے سوا کسی اور کی طرف سے ہوتا تو ضرور اس میں بہت اختلاف پاتے۔

اخبار احمدیہ

الحمد للہ سیّدنا حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز بخیر و عافیت ہیں۔

سیّدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مورخہ 2 اکتوبر 2020 کو مسجد مبارک (اسلام آباد) ٹلفورڈ، برطانیہ سے خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا۔ اس خطبہ کا خلاصہ اسی شمارہ کے صفحہ 20 پر ملاحظہ فرمائیں۔

احباب کرام حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی صحت و تندرستی، درازئ عمر، مقاصد عالیہ میں کامیابی اور خصوصی حفاظت کیلئے دُعائیں جاری رکھیں، اللہ تعالیٰ حضور انور کا ہر آن حافظ و ناصر ہو اور تائید و نصرت فرمائے۔ آمین۔

رزقِ ابتلا وہ رزق ہے جو انسان کو خدا سے دُور ڈالتا جاتا ہے یہاں تک کہ اُس کو ہلاک کر دیتا ہے

ارشادات عالیہ سیّدنا حضرت مسیح موعود و مہدی معہود علیہ الصّلوٰۃ و السّلام

روحانی طاقتوں پر معبود کا اثر

انسان کی روحانی طاقتوں پر اس کے معبود کا بڑا اثر پڑتا ہے۔ دیکھو! اگر کوئی ہندو آ جاوے تو دور ہی سے اس سے غفلت کی بو آتی ہے۔ کیوں؟ اس لئے کہ ان کا خود ساختہ معبود بھی تو ایسا ہی غافل ہے کہ جب تک ایک انگریز کے کھانے کی گھنٹی کی طرح گھنٹی نہ بجے وہ بیدار ہی نہیں ہوتا۔ یہی وجہ ہے کہ روحانی زندگی سے جو معرفت اور شفا حاصل ہوتی ہے، اس سے یہ لوگ محروم رہتے ہیں، ورنہ جسمانی طور پر تو بڑے متمول اور آسودہ حال ہوتے ہیں۔

رزق ابتلا اور رزق اصطفاء

اصل بات یہ ہے کہ رزق دو قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک ابتلا کے طور پر، دوسرے اصطفاء کے طور پر۔ رزق، ابتلا کے طور پر تو وہ رزق ہے جس کو اللہ سے کوئی واسطہ نہیں رہتا۔ بلکہ یہ رزق انسان کو خدا سے دور ڈالتا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ اس کو ہلاک کر دیتا ہے۔ اسی طرف اللہ تعالیٰ نے اشارہ کر کے فرمایا ہے۔ لَا تُلۡہِکُمۡ اَمۡوَالُکُمۡ (المنافقون:10) تمہارے مال تم کو ہلاک نہ کر دیں اور رزق، اصطفاء کے طور پر وہ ہوتا ہے جو خدا کے لئے ہو۔ ایسے لوگوں کا متوّلی خدا ہو جاتا ہے اور جو کچھ ان کے پاس ہوتا ہے وہ اس کو خدا ہی کا سمجھتے ہیں اور اپنے عمل سے ثابت کر دکھاتے ہیں۔ صحابہؓ کی حالت کو دیکھو! جب امتحان کا وقت آیا تو جو کسی کے پاس تھا اللہ تعالیٰ کی راہ میں دے دیا۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ سب سے اوّل کمبل پہن کر آ گئے۔ پھر اس کمبل کی جزا بھی اللہ تعالیٰ نے کیا دی کہ سب سے اوّل خلیفہ وہی ہوئے۔ غرض یہ ہے کہ اصلی خوبی، خیر اور روحانی لذت سے بہرہ ور ہونے کیلئے وہی مال کام آ سکتا ہے جو خدا کی راہ میں خرچ کیا جائے۔

(ملفوظات، جلد 1، صفحہ 194 تا 195، مطبوعہ قادیان 2018)

......☆......☆......☆......

ساری قوم کا یہ کیریکٹر بن جائے کہ جب کوئی شخص فوت ہو تو یہ سوال نہ ہو کہ کون اسکے بچوں کی پرورش کریگا

سیّدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

”یتامیٰ کی خبر گیری اور بیواؤں سے حسنِ سلوک یہ دو ایسی چیزیں ہیں جو قوم میں جرأت اور بہادری پیدا کر دیتی ہیں۔ اگر یہ چیز قوم میں موجود نہ ہو بلکہ اسکے برعکس اسکے افراد کا نمونہ یہ ہو کہ وہ یتامیٰ تو رکھتے ہوں مگر ملازم بنا کر بلکہ ملازموں سے بھی بدتر حالت میں اور وہ ذرا ذرا سی بات پر ان کو تھپڑ مارنے کیلئے تیار ہو جاتے ہوں تو کون شخص ہے جس کا مرنے کو دل چاہے گا۔ ہر شخص ڈرے گا ہر شخص موت سے گھبرائیگا اور سمجھے گا کہ میری موت میرے بچوں کی موت ہے۔ میری موت میری بیوی کی موت ہے میں مروں تو کس طرح اور جان دوں تو کیوں۔ پس ضروری ہے کہ ساری قوم کا یہ کیریکٹر بن جائے کہ جب کوئی شخص فوت ہو تو یہ سوال نہ ہو کہ کون اسکے بچوں کی پرورش کریگا۔ بلکہ لوگ خود دوڑتے ہوئے جائیں اور ان بچوں کو اپنے سینہ سے لگاتے ہوئے اپنے گھروں میں لے آئیں اور اپنے بچوں کی طرح بلکہ اپنے بچوں سے بھی بڑھ کر ان سے محبت اور پیار اور نرمی اور شفقت کا سلوک کریں۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کا واقعہ ہے ایک بچہ یتیم رہ گیا تو بعض صحابہؓ میں آپس میں لڑائی شروع ہو گئی ایک کہتا میں اس کی پرورش کرونگا دوسرا کہتا مَیں اس کی پرورش کرونگا۔ آخر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس یہ معاملہ پہنچا تو آپ نے فرمایا کہ بچہ سامنے کرو اور وہ جس کو پسند کرے اس کے سپرد کر دو۔ مگر آج یہ حالت ہے کہ اگر کوئی شخص مرنے لگتا ہے تو اسے اپنی زندگی کی آخری گھڑیوں میں سب سے بڑا فکر اور اضطراب یہی ہوتا ہے کہ میرے بعد میرے بیوی بچوں کا کیا بنے گا۔ کون ان کی پرورش کرے گا۔ کون ان کی نگہداشت کریگا کون ان کی طرف محبت اور پیار کی نگاہ سے دیکھے گا۔ اور جب وہ شخص مرجاتا ہے اور اسکے بچوں کی پرورش کا سوال سامنے آتا ہے تو ایک شخص کہتا ہے میرا دل تو چاہتا ہے کہ بچہ لے لوں مگر کیا کروں مجھ پر بوجھ بڑا ہے۔ دوسرا کہتا ہے منشاء تو میرا بھی یہی تھا مگر مشکلات بہت ہیں۔ تیسرا کہتا ہے میں بھی یہ ثواب حاصل کرنا چاہتا تھا مگر بہت مجبوری ہے۔ اس طرح ایک ایک کر کے ہر شخص اس بوجھ سے بھاگنے کی کوشش کرتا ہے لیکن صحابہؓ میں یہ بات نہیں تھی وہ بھاگتے نہیں تھے بلکہ خوشی سے اس ثواب کو حاصل کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ جب کسی قوم میں یہ جذبہ پیدا ہو جائے کہ وہ یتامیٰ و مساکین کی خبر گیری کرنے لگ جائے ان کا احترام افراد قوم کے دلوں میں پیدا ہو جائے۔ ان کی پرورش میں انہیں سکون اور راحت حاصل ہو اور وہ یتیموں کو ایسا ہی سمجھیں جیسے ان کے اپنے بچے ہیں تو اس وقت ایمان کے بغیر بھی وہ قوم بہادر بن جاتی ہے۔ اور جب اس کے ساتھ کسی کو حیات بعد الموت پر ایمان بھی ہو اور زندہ خدا پر توکل ہو تو پھر تو یہ دو چیزیں مل کر اسکے دل کو ایسا مضبوط بنا دیتی ہیں کہ موت کا ڈر اسکے قریب بھی نہیں آتا۔ یوروپین قوموں میں اگر ہمیں دلیری نظر آتی ہے تو اسکی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ نوجوانوں کے اندر یہ احساس پایا جاتا ہے کہ اگر ہم مر گئے تو ہماری قوم یتامیٰ و بیوگان کی خبر گیری کریگی۔ یہی وجہ ہے کہ مرنے والا موت کی ذرا بھی پروا نہیں کرتا وہ جاتا ہے اور اپنی جان کو قربان کر دیتا ہے۔ ایمان اور چیز ہے وہ زیادہ تر انہی لوگوں کو حاصل ہوتا ہے جنہیں اللہ تعالیٰ کے نبی پر تازہ بتازہ ایمان لانا نصیب ہو۔ مگر قومی کیریکٹر کی اس رنگ میں مضبوطی ایمان کے بغیر بھی افرادِ قوم کو بہادر اور نڈر بنا دیا کرتی ہے۔“

(تفسیر کبیر، جلد 2، صفحہ 497 تا 498، مطبوعہ قادیان 2010)

ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

سلام سے پہلے سجدہ سہو
سجدے میں کہنی زمین سے نہ لگائے

✡ (807) حضرت عبداللہؓ بن مالک بن بحینہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز پڑھتے تو آپؐ دونوں ہاتھ (پہلو) سے الگ رکھتے۔ یہاں تک کہ آپؐ کی بغلوں کی سفیدی دکھائی دیتی۔

✡ (822) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سجدہ میں اعتدال سے کام لو اور تم میں سے کوئی اپنی باہیں اس طرح نہ بچھائے جس طرح کتّا بچھاتا ہے۔

✡ (829) حضرت عبد اللہؓ بن بحینہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ظہر کی نماز پڑھائی اور آپؐ پہلی دو رکعتوں میں کھڑے ہو گئے، بیٹھے نہیں اور لوگ بھی آپؐ کے ساتھ کھڑے ہو گئے جب آپؐ نماز پڑھ چکے اور لوگ انتظار کرتے تھے کہ آپؐ سلام پھیریں گے تو آپؐ نے اسی حالت میں کہ آپؐ بیٹھے ہوئے تھے، اَللّٰہُ اَکۡبَر کہا اور سلام سے پہلے دو سجدے کئے۔ پھر آپؐ نے سلام پھیرا۔

(صحیح بخاری، جلد 2، کتاب الاذان، مطبوعہ قادیان 2006)

......☆......☆......☆......

اس شمارہ میں

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے انعامی چیلنج (اداریہ)

خطبہ جمعہ فرمودہ 18 ستمبر 2020ء (مکمل متن)

سیرت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم (از نبیوں کا سردار)

سیرت حضرت مسیح موعود علیہ السلام (از سیرۃ المہدی)

مستورات سے خطاب برموقع جلسہ سالانہ ہالینڈ 2004

مستورات سے خطاب برموقع جلسہ سالانہ کینیڈا 2004

لجنہ سے خطاب برموقع سالانہ اجتماع برطانیہ 2006

خطبہ جمعہ بطرز سوال و جواب

وصایا

خلاصہ خطبہ جمعہ

جمیل احمد ناصر، پرنٹر و پبلشر نے فضل عمر پرنٹنگ پریس قادیان میں چھپوا کر دفتر اخبار بدر قادیان سے شائع کیا: پروپرائٹر، نگران بدر بورڈ قادیان

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اِنعامی چیلنج

ہر مخالف کو مقابل پہ بلایا ہم نے

اِنَّ السُّمُوْمَ لَشَرُّ مَا فِي العَالَمِ ۞ شَرَّ السُّمُوْمِ عَدَاوَةُ الصُّلَحَاءِ

مولوی محمد حسین بٹالوی کیلئے ایک ہزار روپے کا انعام

اگر مولوی صاحب یہ ثابت کردیں کہ اَلدَّجَّالُ سے مُراد دجّال معہود نہیں

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہ انعامی چیلنج ہم آپؑ کی کتاب "ازالہ اوہام" رُوحانی خزائن جلد 3 سے پیش کررہے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ازالہ اوہام میں مباحثہ لدھیانہ سے متعلق بھی بعض باتوں پر روشنی ڈالی ہے اور وہ انعامی چیلنج جو آپؑ نے مولوی محمد حسین کو مباحثہ کے دَوران دیا تھا اِس کتاب میں اُن کو زیادہ تحدی کے ساتھ نئے سرے سے مولوی صاحب کیلئے پیش فرمایا۔ مباحثہ لدھیانہ سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور مولوی محمد حسین بٹالوی کے مابین لدھیانہ میں 20 تا 31 جولائی 1891ء بارہ دن تک ہوا تھا۔ یہ مباحثہ بعد میں الحق مباحثہ لدھیانہ کے نام سے شائع ہوا جو رُوحانی خزائن جلد 4 کی پہلی کتاب ہے۔ سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مولوی محمد حسین بٹالوی کو مباحثہ کے دوران یہ چیلنج دیا کہ اگر آپ یہ ثابت کردیں کہ حدیثوں میں الدَّجَّال سے مُراد دجال معہود نہیں تو مَیں پانچ روپیہ آپ کی نذر کرونگا۔ اس انعام کو اِزالہ اوہام میں آپؑ نے بڑھا کر پہلے پچاس اور پھر ایک ہزار روپے کردیا۔

مباحثہ لدھیانہ کا اصل موضوع "حیات و وفاتِ مسیحؑ" تھا لیکن مولوی محمد حسین بٹالوی صاحب آخر دم تک اصل موضوع کی طرف نہیں آئے اور پورے مباحثہ کو صرف اس بات پر اُلجھا کر رکھا کہ حدیث کا اصل مقام و مرتبہ کیا ہے اور بخاری و مسلم کی جملہ حدیثیں صحیح اور قابل عمل ہیں یا نہیں؟ مولوی صاحب کو معلوم تھا کہ اگر انہوں نے اصل موضوع کی طرف رجوع کیا تو بہت ذلّت اُٹھانی پڑے گی کیونکہ وفاتِ مسیح پر قرآن مجید کی آیات بیّنات کے سامنے وہ ایک منٹ کے لئے بھی نہیں ٹھہر سکیں گے۔

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مولوی محمد حسین صاحب کے استفسار پر قرآن کریم اور احادیث کے متعلق اپنا مذہب نہایت صاف اور آسان پیرایہ میں اس طرح بیان فرمایا کہ :

"کتاب و سنت کے حُجَجِ شَرْعِیَّہ ہونے میں میرا یہ مذہب ہے کہ **کتاب اللہ مقدم اور امام ہے**۔ جس امر میں احادیث نبویہ کے معانی جو کئے جاتے ہیں کتاب اللہ کے مخالف واقع نہ ہوں تو وہ معانی بطور حجت شرعیہ کے قبول کئے جائیں گے لیکن جو معانی نصوص بینہ قرآنیہ سے مخالف واقع ہوں گے ان معنوں کو ہم ہرگز قبول نہیں کریں گے بلکہ جہاں تک ہمارے لئے ممکن ہوگا ہم اس حدیث کے ایسے معانی کریں گے جو کتاب اللہ کی نص بیّن سے موافق و مطابق ہوں اور اگر ہم کوئی ایسی حدیث پائیں گے جو مخالف نص قرآن کریم ہوگی اور کسی صورت سے ہم اس کی تاویل کرنے پر قادر نہیں ہوسکیں گے تو ایسی حدیث کو ہم موضوع قرار دیں گے کیونکہ اللہ جلّ شانہٗ فرماتا ہے فَبِاَيِّ حَدِيْثٍۭ بَعْدَ اللّٰهِ وَاٰيٰتِهٖ يُؤْمِنُوْنَ ۝ یعنی تم بعد اللہ اور اس کی آیات کے کس حدیث پر ایمان لاؤ گے۔" (الحق مباحثہ لدھیانہ رُوحانی خزائن جلد 4 صفحہ 11)

باوجود اس قدر صاف اور واضح بیان کے مولوی محمد حسین صاحب بار بار حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق یہی کہتے رہے کہ آپ نے میرے سوال کا صاف صاف جواب نہیں دیا۔ اس پر مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی رضی اللہ عنہ نے حاشیہ میں مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کو مخاطب کر کے لکھا کہ :

"مولوی صاحب! آپ کی یہ تان کہیں ٹوٹے گی بھی! ذرا بغض و عناد کے بخار سے دماغ کو خالی فرماویں۔ آپ کو صاف معلوم ہوجائے گا کہ آپ کو صاف اور کافی جواب دیا گیا ہے۔" (ایضاً صفحہ 24)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نہایت صاف و شیریں وضاحت کے بعد پھر چوتھی دفعہ جب مولوی محمد حسین صاحب نے اپنے جواب میں کہا کہ "میں افسوس کرتا ہوں کہ آپ نے پھر بھی میرے سوال کا جواب صاف الفاظ میں نہیں دیا" اس پر حضرت مولانا عبدالکریم صاحب سیالکوٹی رضی اللہ عنہ کو ناچار لکھنا پڑا کہ :

"آپ کا یہ افسوس ختم ہونے میں نہیں آتا اور شاید موت (یعنی اختتام مباحثہ) تک اس افسوس سے نجات نصیب نہ ہو۔ اچھا دیکھیں۔" (ایضاً صفحہ 31)

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا مذہب قرآن و حدیث کے مقام و مرتبہ کے متعلق کس قدر صاف اور واضح اور قرآنی تعلیم کے مطابق ہے ملاحظہ فرمائیں۔ آپؑ فرماتے ہیں :

"میں سچے دل سے اس بات کی شہادت دیتا ہوں کہ حدیثوں کے پرکھنے کیلئے قرآن کریم سے بڑھ کر اور کوئی معیار ہمارے پاس نہیں۔ ہر چند محدثین نے اپنے طریق پر رُوات کی حالت کو صحت یا غیر صحت حدیث کیلئے معیار مقرر کیا ہے لیکن کبھی انہوں نے دعویٰ نہیں کیا کہ یہ معیار کامل اور قرآن کریم مستغنی کرنے والا ہے۔" (ایضاً صفحہ 36)

مولوی محمد حسین بٹالوی صاحب کا مذہب قرآن و حدیث کے بارے میں یہ ہے کہ قرآن احادیث کی صحت کو پرکھنے کے لئے معیار نہیں۔ احادیث کی صحت کا معیار قوانین روایات ہیں۔ جو حدیث قوانین روایات کے مطابق صحیح اور قابل عمل ہے وہ قرآن کے مخالف نہیں ہوسکتی۔ پس احادیث کی صحت کا معیار قوانین روایات ہیں۔ قرآن کریم پر انہیں عرض کرنے اور قرآن کریم کے ذریعہ انہیں جانچنے کی کوئی ضرورت نہیں۔

مولوی محمد حسین بٹالوی صاحب کے اس مذہب کے جواب میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :

"آخر بخاری اور مسلم پر وحی تو نازل نہیں تھی بلکہ جس طریق سے انہوں نے حدیثوں کو جمع کیا ہے اس طریق پر نظر ڈالنے سے ہی معلوم ہوتا ہے کہ بلاشبہ وہ طریق ظنی ہے...... بھلا آپ فرماویں کہ اگر کوئی شخص بخاری کی کسی حدیث سے انکار کرے کہ یہ صحیح نہیں ہے جیسا کہ اکثر مقلدین انکار کرتے ہیں تو کیا وہ شخص آپ کے نزدیک کافر ہوجائے گا؟ پھر جس حالت میں وہ کافر نہیں ہوسکتا تو آپ کیونکر ان حدیثوں کو روایتی ثبوت کے رُو سے یقینی ٹھہرا سکتے ہیں؟ اور جب کہ وہ یقینی نہیں ہیں تو اس حالت میں اگر ہم کسی حدیث کو قرآن کریم کے مخالف پاویں گے اور صریح طور پر دیکھ لیں گے کہ وہ قرآن کریم سے صریح طور سے مخالف ہے اور کسی طور سے تطبیق نہیں دے سکتے تو کیا ہم ایسی صورت میں قرآن کریم کی اس آیت کو ساقط الاعتبار کردیں گے؟ یا اس کے کلام الٰہی ہونے کی نسبت شک میں پڑیں گے؟ کیا کریں گے؟ آخر یہی تو کرنا ہوگا کہ اگر ایسی حدیث کسی طور سے کلام الٰہی سے تطبیق نہیں کھائے گی تو اس کو بغیر خوف زید و عمرو کے وضعی قرار دیں گے۔" (ایضاً صفحہ 15)

قرآن کو معیار اور محک بنانے کی ایک بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ احادیث میں تعارض کثرت سے ہے اس کی ایک مثال دیتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا :

"ابن صیاد کے دجال معہود ہونیکی نسبت جو حدیثیں ہیں وہ حدیثیں اُن حدیثوں سے صریح اور صاف طور پر معارض ہیں جو گرجا والے دجال کی نسبت ہیں جنکا راوی تمیم داری ہے۔ اب ہم ان دونوں حدیثوں میں سے کس حدیث کو صحیح سمجھیں؟ دونوں حضرت مسلم صاحب کی صحیح میں موجود ہیں۔ ابن صیاد کے دجال معہود ہونیکی نسبت یہاں تک وثوق پایا جاتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے روبرو قسم کھا کر بیان کیا کہ دجال معہود یہی ہے تو آپ چپ رہے ہرگز انکار نہیں کیا اور ظاہر ہے کہ نبی کا قسم کھانے کے وقت میں چپ رہنا گویا خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا قسم کھانا ہے اور پھر ابن عمر کی حدیث میں صریح اور صاف لفظوں میں موجود ہے کہ انہوں نے قسم کھا کر کہا کہ دجال معہود یہی ابن صیاد ہے اور جابر نے بھی قسم کھا کر کہا کہ دجال معہود یہی ابن صیاد ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے آپ بھی فرمایا کہ میں اپنی امت پر ابن صیاد کے دجال معہود ہونے کی نسبت ڈرتا ہوں۔ پھر ایک اور حدیث مسلم میں ہے جس میں لکھا ہے کہ صحابہ کا اس پر اتفاق ہوگیا تھا کہ دجال معہود ابن صیاد ہی ہے۔ لیکن فاطمہ کی حدیث تمیم داری جو اسی مسلم میں موجود ہے صریح اسکے مخالف ہے۔ اب ہم ان دونوں دجالوں میں سے کس کو دجال سمجھیں؟" (ایضاً صفحہ 16)

اس پر مولوی محمد حسین بٹالوی نے لکھا کہ :

"صرف حضرت ابن عمر ہی کا یہ ایسا قول تھا کہ جس میں ابن صیاد کو دجال موعود بلفظ مسیح الدجال کہا گیا ہے کیونکہ جابر و حضرت عمر کے قول سے یہ تصریح نہیں ہے کہ وہ دجال موعود ہے بلکہ انہوں نے ابن صیاد کو صرف دجال کہا ہے جس سے منجملہ تیس دجالوں کے ایک دجال مراد ہوسکتا ہے۔" (ایضاً صفحہ 74)

مولوی محمد حسین بٹالوی صاحب نے مزید لکھا :

"حضرت عمر نے جو آنحضرت کے سامنے ابن صیاد کو دجال کہا اور اس پر قسم کھائی تھی اس میں یہ تصریح نکمی ہے کہ ابن صیاد ہی وہ دجال ہے جسکے آنے کی آنحضرت نے علامات خاصہ بیان کر کے خبر دی تھی اور جملہ انبیاء سابقین نے اپنی امت کو ڈرایا تھا لہٰذا ممکن و محتمل ہے کہ حضرت عمر کے اس قول سے یہ مراد ہو کہ ابن صیاد منجملہ ان تیس دجالوں کے ہے جن کے خروج کی آنحضرت نے خبر دی ہے اس صورت میں آنحضرت کا سکوت آپ کیلئے کچھ مفید نہیں ہے کیونکہ یہ سکوت ابن صیاد آخری دجال کہنے پر نہ ہوا بلکہ کوئی اور دجال منجملہ دجاجلہ۔" (ایضاً صفحہ 74)

اس کے جواب میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا :

"اَلدَّجَّال کے لفظ کی نسبت جس قدر آپ نے بیان کیا ہے وہ سب لغو ہے۔ آپ نہیں جانتے کہ دجال معہود کیلئے الدجال ایک نام مقرر ہوچکا ہے۔ دیکھو صحیح بخاری صفحہ 1055۔ اگر آپ الدجال صحیح بخاری میں بجز دجال معہود کے کسی اور کی نسبت اطلاق ہونا ثابت کردیں تو پانچ روپیہ آپ کی نذر ہوں گے۔ ورنہ اے مولوی صاحب ان فضول ضدوں سے باز آؤ! اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْـُٔوْلًا ۝ آپ اگر کچھ حدیث سمجھنے کا ملکہ رکھتے ہیں تو الدجال کے لفظ سے استعمال صحیح بخاری یا صحیح مسلم میں بغیر دجال معہود کے کسی اور میں ثابت کریں۔ ورنہ بقول آپ کے ایسی باتیں کرنا اس شخص کا کام ہے جس کو حدیث بلکہ کسی شخص کا کلام سمجھنے سے کوئی تعلق نہ ہو۔ یہ آپ ہی کا فقرہ ہے آپ ناراض نہ ہوں۔" (ایضاً صفحہ 121)

باقی صفحہ نمبر 10 پر ملاحظہ فرمائیں

خطبہ جمعہ

مکے کے لوگ بلالؓ کے پیروں میں رسّی ڈال کر اس کو گلیوں میں کھینچا کرتے تھے، مکہ کی گلیاں، مکہ کے میدان بلال کیلئے امن کی جگہ نہیں تھے بلکہ عذاب اور تذلیل اور تضحیک کی جگہ تھے

جب مکہ فتح ہوا تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بلالؓ کے ہاتھ میں ایک جھنڈا دے دیا اور اعلان کر دیا کہ اے مکہ کے سردارو!
اگر اب تم اپنی جانیں بچانا چاہتے ہو تو بلالؓ کے جھنڈے کے نیچے آ کر کھڑے ہو جاؤ گویا وہ بلالؓ جس کے سینے پر مکہ کے بڑے بڑے سردار ناچا کرتے تھے
اس کے متعلق رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ والوں کو بتایا کہ آج تمہاری جانیں اگر بچ سکتی ہیں تو اس کی یہی صورت ہے کہ تم بلالؓ کی غلامی میں آجاؤ

قربانیاں دینی پڑتی ہیں تبھی مقام ملتا ہے اور اسلام کی یہ خوبصورت تعلیم ہے کہ جو قربانیاں کرنے والے ہیں
جو شروع سے ہی وفا دکھانے والے ہیں ان کا مقام بہرحال اونچا ہے چاہے وہ حبشی غلام ہو یا کسی نسل کا غلام ہو

یہ وہ بدلہ تھا جو یوسف کے بدلہ سے بھی زیادہ شاندار تھا، اس لیے کہ یوسف نے اپنے باپ کی خاطر اپنے بھائیوں کو معاف کیا تھا، جس کی خاطر کیا وہ اس کا باپ تھا اور جن کو کیا وہ اس کے بھائی تھے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچوں اور بھائیوں کو ایک غلام کی جوتیوں کے طفیل معاف کیا، بھلا یوسف کا بدلہ اس کے مقابلے میں کیا حیثیت رکھتا ہے

آپؐ نے فرمایا کہ جو نماز بھول جائے تو اسے چاہئے کہ جب یاد آئے اسے پڑھ لے کیونکہ اللہ عزّ وجلّ نے فرمایا ہے کہ نماز کو میرے ذکر کیلئے قائم کرو

ایک دفعہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم رؤیا میں ان کے پاس تشریف لائے اور فرمایا بلالؓ! تم ہم کو بھول ہی گئے، کبھی ہماری قبر کی زیارت کرنے کیلئے نہیں آئے
وہ اسی وقت اٹھے اور سفر کا سامان تیار کر کے مدینہ تشریف لے گئے

مؤذنِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم، سَابِقُ الْحَبَشَۃ، اہلِ جنت میں شامل عظیم المرتبت بدری صحابی حضرت بلال بن رباح رضی اللہ عنہ کے اوصافِ حمیدہ کا تذکرہ

خطبہ جمعہ سیّدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ 18 ستمبر 2020ء بمطابق 18 تبوک 1399 ہجری شمسی بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے) یو.کے

(خطبہ جمعہ کا یہ متن ادارہ بدر ادارہ الفضل انٹرنیشنل لندن کے شکریہ کے ساتھ شائع کر رہا ہے)

اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَ رَسُوْلُہٗ
اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔
اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ مٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ۔ اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ۔
اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ۔ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ ۙ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ۔

بدری صحابہ میں حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر گزشتہ خطبے میں چل رہا تھا۔ اسکا کچھ حصہ باقی تھا۔ آج بھی بیان کروں گا۔

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ خیبر سے واپس لَوٹ رہے تھے تو رات بھر چلتے رہے۔ پھر جب آپؐ کو نیند آئی تو آرام کیلئے پڑاؤ کیا اور بلالؓ سے فرمایا کہ ’’آج رات ہماری نماز کے وقت کی حفاظت تم کرو۔‘‘ پھر حضرت بلالؓ نے یہ فرمایا تھا کہ ’’ہماری نماز کی حفاظت کرو‘‘ کا مطلب یہ تھا کہ نماز کے وقت کی حفاظت کرو اور فجر کے وقت تم جگا دینا۔ جب آپؐ نے یہ فرمایا تو پھر حضرت بلالؓ نے جتنی ان کیلئے مقدر تھی نماز پڑھی۔ رات نفل پڑھتے رہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے صحابہ سو گئے۔ جب فجر کا وقت قریب آیا تو بلالؓ نے صبح کی سمت رخ کرتے ہوئے یعنی سورج جہاں سے نکلتا ہے اس طرف رخ کرتے ہوئے اپنی سواری کا سہارا لیا اور بیٹھ گئے تو بلالؓ پر بھی نیند غالب آ گئی جبکہ وہ اپنی اونٹنی سے ٹیک لگائے ہوئے تھے۔ پس نہ تو بلالؓ بیدار ہوئے اور نہ ہی آپؐ کے اصحاب میں سے کوئی اَور یہاں تک کہ دھوپ ان پر پڑی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان میں سب سے پہلے جاگے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فکرمند ہوئے اور فرمایا اے بلالؓ! اے بلالؓ!۔ بلالؓ نے عرض کیا: یا رسول اللہؐ! میرے ماں باپ آپؐ پر قربان ہوں۔ میری روح کو بھی اسی ذات نے روکے رکھا جس نے آپؐ کو روکے رکھا یعنی نیند کا غلبہ مجھ پر بھی آ گیا۔ آپؐ نے فرمایا کہ روانہ ہو۔ چنانچہ انہوں نے اپنی سواریوں کو تھوڑا سا چلایا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے روکا۔ پھر وضو فرمایا اور تھوڑی دیر بعد بلالؓ کو ارشاد فرمایا۔ انہوں نے نماز کی اقامت کہی۔ پھر آپؐ نے ان سب کو سورج نکلنے کے بعد صبح کی نماز پڑھائی۔ جب آپؐ نماز پڑھ چکے تو آپؐ نے فرمایا کہ جو نماز بھول جائے تو اسے چاہئے کہ جب یاد آئے اسے پڑھ لے کیونکہ اللہ عزّ وجلّ نے فرمایا ہے کہ نماز کو میرے ذکر کیلئے قائم کرو۔

(سنن ابن ماجہ، کتاب الصلوٰۃ، باب من نام عن الصلوٰۃ او نسیھا، حدیث 697)

فتح مکہ کے روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب خانہ کعبہ میں داخل ہوئے تو آپؐ کے ساتھ حضرت بلالؓ بھی تھے۔ حضرت ابن عمرؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے روز مکہ میں آئے اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن طلحہ کو بلایا۔ انہوں نے دروازہ کھولا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت بلالؓ اور حضرت اسامہ بن زیدؓ اور حضرت عثمان بن طلحہؓ اندر گئے اور پھر دروازہ بند کر دیا اور آپؐ اس میں کچھ دیر ٹھہرے۔ پھر نکلے۔ حضرت ابن عمرؓ کہتے تھے کہ مَیں جلدی سے آگے بڑھا اور حضرت بلالؓ سے پوچھا تو انہوں نے کہا کہ آپؐ نے کعبہ میں نماز پڑھی ہے۔ یعنی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کعبہ میں نماز پڑھی ہے۔ میں نے کہا کس جگہ؟ کہا ان ستونوں کے درمیان۔ حضرت ابن عمرؓ کہتے تھے مجھ سے رہ گیا کہ مَیں ان سے پوچھوں کہ آپؐ نے کتنی رکعتیں نماز پڑھی ہے۔ (صحیح البخاری، کتاب الصلوٰۃ، باب الابواب والغلق للکعبۃ والمساجد، حدیث 468)

حضرت بلالؓ لوگوں کو بعد میں بتایا کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خانہ کعبہ کے اندر کس جگہ کھڑے ہو کر نماز پڑھی تھی۔ حضرت ابنِ اَبِی مُلَیْکَہ سے مروی ہے کہ فتح مکہ کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلالؓ کو کعبے کی چھت پر اذان دینے کا حکم دیا۔ اس پر حضرت بلالؓ نے کعبے کی چھت پر اذان دی۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد، الجزء الثالث، صفحہ 177 ’’بلال بن رباح‘‘ دار الکتب العلمیۃ بیروت 2017ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ فتح مکہ کے موقع پر حضرت بلالؓ کا ذکر کرتے ہوئے بیان فرماتے ہیں کہ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابوسفیان کو لے کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں حاضر ہوئے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوسفیان کو دیکھا اور فرمایا: تیرا برا حال ہو کیا تجھے ابھی یقین نہیں آیا کہ خدا ایک ہے؟ ابوسفیان نے کہا یقین کیوں نہیں آیا اگر کوئی دوسرا خدا ہوتا تو ہماری مدد نہ کرتا! آپؐ نے فرمایا: تیرا برا حال ہو کیا تجھے ابھی یقین نہیں آیا کہ محمد اللہ کا رسول ہے؟ کہنے لگا ابھی اسکے متعلق یقین نہیں ہوا۔ حضرت عباسؓ نے ابوسفیان کو کہا کمبخت! بیعت کر لو۔ اس وقت تیری اور تیری قوم کی جان بچتی ہے۔ کہنے لگا اچھا۔ کر لیتا ہوں۔ وہاں تو اس نے یونہی بیعت کر لی۔ ان کے کہنے پر بیعت کر لی۔ کوئی دل سے بیعت نہیں تھی لیکن بعد میں جا کر سچا مسلمان ہو گیا۔ خیر بیعت کر لی تو عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہنے لگے۔ اب مانگ اپنی قوم کیلئے ورنہ تیری قوم ہمیشہ کیلئے تباہ ہو جائے گی۔ مہاجرین کا دل اس وقت ڈر رہا تھا۔ وہ تو مکہ کے رہنے والے تھے اور سمجھتے تھے کہ ایک دفعہ مکہ کی عزت ختم ہوئی تو پھر مکہ کی عزت باقی نہیں رہے گی۔ وہ باوجود اس کے کہ انہوں نے بڑے بڑے مظالم برداشت کیے تھے۔ پھر بھی وہ دعائیں کرتے تھے کہ کسی طرح صلح ہو جائے۔ لیکن انصار ان کے مقابلے میں بڑے جوش میں تھے۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا کہ مانگو۔ کہنے لگا یا رسول اللہ! کیا آپ اپنی قوم پر رحم نہیں کریں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو بڑے رحیم و کریم ہیں اور پھر مَیں آپ کا رشتہ دار ہوں۔ بھائی ہوں۔ میرا بھی کوئی اعزاز ہونا چاہئے۔ میں مسلمان ہوا ہوں۔ آپؐ نے فرمایا اچھا جاؤ اور مکہ میں اعلان کر دو کہ جو شخص ابوسفیان کے گھر میں

گھسے گا اسے پناہ دی جائے گی۔ کہنے لگا یا رسول اللہؐ! میرا گھر ہے کتنا اور اس میں کتنے آدمی آسکتے ہیں؟ اتنا بڑا شہر ہے، اس کا میرے گھر میں کہاں ٹھکانہ ہوسکتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اچھا جو شخص خانہ کعبہ میں چلا جائے گا اسے امان دی جائے گی۔ ابوسفیان نے کہا یا رسول اللہ! پھر بھی لوگ بچ رہیں گے۔ آپؐ نے فرمایا اچھا جو ہتھیار پھینک دے گا اسے بھی کچھ نہیں کہا جائے گا۔ کہنے لگا یا رسول اللہ! پھر بھی لوگ رہ جائیں گے۔ آپؐ نے فرمایا اچھا جو اپنے گھر کے دروازے بند کر لے گا اسے بھی پناہ دی جائے گی۔ اس نے کہا یا رسول اللہ! گلیوں والے جو ہیں وہ تو بیچارے مارے جائیں گے۔ آپؐ نے فرمایا بہت اچھا لاؤ۔ ایک جھنڈا بلالؓ کا تیار کرو۔ اَبِی رُوَیحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک صحابی تھے۔ آپؐ نے جب مدینہ میں مہاجرین اور انصار کو آپس میں بھائی بھائی بنایا تھا تو اَبِی رُوَیحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلال کا بھائی بنایا تھا۔ شاید اس وقت بلالؓ تھے نہیں یا کوئی اَور مصلحت تھی۔ بہرحال آپؐ نے بلالؓ کا جھنڈا بنایا اور اَبِی رُوَیحہ کو دیا اور فرمایا کہ یہ بلالؓ کا جھنڈا ہے۔ یہ اسے لے کر چوک میں کھڑا ہو جائے اور اعلان کر دے کہ جو شخص بلالؓ کے جھنڈے کے نیچے کھڑا ہوگا اس کو نجات دی جائے گی۔ ابوسفیان کہنے لگا بس اب کافی ہوگیا اب مکہ بچ جائے گا۔ کہنے لگا اب مجھے اجازت دیجئے کہ میں جاؤں۔ آپؐ نے فرمایا جا۔ اب سردار خود ہی ہتھیار پھینک چکا تھا، خبر پہنچنے یا نہ پہنچنے کا سوال ہی نہیں تھا۔ ابوسفیان گھبرایا ہوا مکہ میں داخل ہوا اور یہ کہتا جاتا تھا کہ لوگو! اپنے اپنے گھروں کے دروازے بند کر لو۔ لوگو! اپنے ہتھیار پھینک دو۔ لوگو! خانہ کعبہ میں چلے جاؤ۔ بلالؓ کا جھنڈا کھڑا ہوا ہے اسکے نیچے کھڑے ہو جانا۔ اتنے میں لوگوں نے دروازے بند کرنے شروع کر دیئے۔ بعض نے خانہ کعبہ میں گھسنا شروع کر دیا۔ لوگوں نے ہتھیار باہر لا لا کر پھینکنے شروع کیے۔ اتنے میں اسلامی لشکر شہر میں داخل ہوا اور لوگ بلال کے جھنڈے کے نیچے جمع ہو گئے۔ حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ اس واقعہ میں جو سب سے زیادہ عظیم الشان بات ہے وہ بلالؓ کا جھنڈا ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بلالؓ کا جھنڈا بناتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ جو شخص بلالؓ کے جھنڈے کے نیچے کھڑا ہو جائے گا اس کو پناہ دی جائے گی حالانکہ سردار تو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے مگر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی جھنڈا نہیں کھڑا کیا جاتا۔ آپؐ کے بعد قربانی کرنے والے ابوبکرؓ تھے مگر ابوبکر کا بھی کوئی جھنڈا نہیں کھڑا کیا جاتا۔ ان کے بعد مسلمان ہونے والے رئیس عمرؓ تھے مگر عمر کا بھی کوئی جھنڈا نہیں کھڑا کیا جاتا۔ ان کے بعد عثمانؓ مقبول تھے اور آپؐ کے داماد تھے مگر عثمانؓ کا بھی جھنڈا نہیں کھڑا کیا جاتا۔ ان کے بعد علیؓ تھے جو آپؐ کے بھائی بھی تھے اور آپؐ کے داماد بھی تھے مگر علی کا کوئی جھنڈا نہیں کھڑا کیا جاتا۔ پھر عبدالرحمٰن بن عوفؓ وہ شخص تھے جن کے متعلق رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ آپؓ وہ شخص ہیں کہ جب تک آپؓ زندہ ہیں مسلمان قوم میں اختلاف نہیں ہوگا لیکن عبدالرحمٰنؓ کا کوئی جھنڈا نہیں بنایا جاتا۔ پھر عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپؐ کے چچا تھے اور بعض دفعہ وہ گستاخی بھی کر لیتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بول لیا کرتے تھے تو آپؐ خفا نہ ہوتے مگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا بھی کوئی جھنڈا نہیں بنایا۔ پھر سارے رؤساء اور چوٹی کے آدمی موجود تھے۔ خالد بن ولیدؓ جو ایک سردار کا بیٹا، خود بڑا نامور انسان تھا، موجود تھا۔ عمرو بن عاصؓ ایک سردار کا بیٹا تھا۔ اسی طرح اَور بڑے بڑے سرداروں کے بیٹے تھے مگر ان میں سے کسی ایک کا جھنڈا نہیں بنایا جاتا۔ جھنڈا بنایا جاتا ہے تو بلالؓ کا بنایا جاتا ہے۔ کیوں؟ اسکی کیا وجہ تھی؟ اسکی وجہ یہ تھی کہ خانہ کعبہ پر جب حملہ ہونے لگا تھا تو ابوبکرؓ دیکھ رہا تھا کہ جن کو مارا جانے والا ہے وہ اسکے بھائی بند ہیں اور اس نے خود بھی کہہ دیا تھا کہ یا رسول اللہؐ! کیا وہ اپنے بھائیوں کو ماریں گے؟ وہ ظلموں کو بھول چکا تھا اور جانتا تھا کہ یہ میرے بھائی ہیں۔ عمر بھی کہتے تو یہی تھے کہ یا رسول اللہؐ! ان کافروں کو مار یے مگر پھر بھی جب آپؐ ان کو معاف کرنے پر آئے تو وہ اپنے دل میں یہی کہتے ہوں گے کہ اچھا ہوا ہمارے بھائی بخشے گئے۔ عثمانؓ اور علیؓ بھی کہتے ہوں گے کہ ہمارے بھائی بخشے گئے۔ انہوں نے ہمارے ساتھ سختیاں کر لیں تو کیا ہوا۔ خود رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان کو معاف کرتے وقت یہی سمجھتے ہوں گے کہ ان میں میرے چچا بھی تھے، بھائی بھی تھے۔ ان میں میرے داماد، عزیز اور رشتہ دار بھی تھے۔ اگر میں نے ان کو معاف کر دیا تو اچھا ہی ہوا۔ میرے اپنے رشتے دار بچ گئے۔ صرف ایک شخص تھا جس کی مکہ میں کوئی رشتہ داری نہیں تھی۔ جسکی مکہ میں کوئی طاقت نہیں تھی۔ جس کا مکہ میں کوئی ساتھی نہیں تھا اور اسکی بے کسی کی حالت میں اس پر وہ ظلم کیا جاتا جو نہ ابوبکرؓ پہ ہوا، نہ علیؓ پر ہوا، نہ عثمانؓ پر ہوا، نہ عمرؓ پر ہوا بلکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی نہیں ہوا۔

پچھلی ایک روایت جو مَیں نے گذشتہ ہفتے بیان کی تھی اس میں بھی یہ بیان ہوا تھا کہ حضرت ابوبکرؓ پہ بھی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی ظلم ہوئے لیکن یہ رشتہ داریوں کی وجہ سے بچے رہے تھے لیکن مَیں نے وضاحت کی تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی ظلم ہوئے اور حضرت ابوبکرؓ پر بھی ظلم ہوئے۔ اور صرف بلالؓ پر ایسے ظلم ہوئے تھے جو کسی پر نہیں ہوئے۔ یہاں بھی حضرت مصلح موعودؓ نے یہ انکار نہیں کیا کہ آپ لوگوں پہ ظلم نہیں ہوئے بلکہ فرمایا کہ وہ ظلم جو بلالؓ پہ ہوا وہ کسی اَور پر نہیں ہوا۔

پھر آپؓ نے اس کی تفصیل بیان کی وہ کیا ظلم تھا۔ وہ ظلم یہ تھا کہ جلتی اور تپتی ہوئی ریت پر بلالؓ کو ننگا لٹا دیا جاتا تھا۔ تم دیکھو ننگے پاؤں میں مئی اور جون میں نہیں چل سکتے۔ اس کو ننگا کر کے تپتی ریت پر لٹا دیا جاتا تھا۔ پھر کیلوں والے جوتے پہن کر نوجوان اس کے سینے پر ناچتے تھے اور کہتے تھے کہ کہو خدا کے سوا اَور معبود ہیں۔ کہو محمد رسول اللہ جھوٹا ہے اور بلالؓ آگے سے اپنی حبشی زبان میں جب وہ بہت مارتے تھے کہتے تھے اَسْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ۔ اَسْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہ وہ شخص آگے سے یہی جواب دیتا تھا کہ تم مجھ پر کتنا بھی ظلم کرو میں نے جب دیکھ لیا ہے کہ خدا ایک ہے تو دو کس طرح کہہ دوں اور جب مجھے پتا ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے سچے رسول ہیں تو میں انہیں جھوٹا کس طرح کہہ دوں؟ اس پر وہ اَور مارنا شروع کر دیتے تھے۔ گرمیوں کے مہینوں کے موسم میں، ان مہینوں میں جب گرمیاں ہوتی ہیں اس موسم میں اس کے ساتھ یہی حال ہوتا تھا۔ اسی طرح سردیوں میں وہ یہ کرتے تھے کہ ان کے پیروں میں رسّی ڈال کر انہیں مکہ کی پتھروں والی گلیوں میں گھسیٹتے تھے۔ ان کا چمڑا زخمی ہو جاتا تھا یعنی کھال زخمی ہو جاتی تھی۔ وہ گھسیٹتے تھے اور کہتے تھے کہو جھوٹا ہے محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ کہو خدا کے سوا اَور معبود ہیں تو وہ کہتے اَسْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ۔ اَسْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ۔

اب جبکہ اسلامی لشکر دس ہزار کی تعداد میں داخل ہونے کیلئے آیا تو بلالؓ کے دل میں خیال آیا ہوگا کہ آج ان بوٹوں کا بدلہ لیا جائے گا جو میرے سینے پر ناچتے تھے۔ آج ان ماروں کا معاوضہ بھی مجھے ملے گا جس طرح مجھے ظالمانہ طور پر مارا گیا تھا لیکن جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص ابوسفیان کے گھر میں داخل ہو گیا وہ معاف۔ جو خانہ کعبہ میں داخل ہو گیا وہ معاف۔ جس نے اپنے ہتھیار پھینک دیئے وہ معاف۔ جس نے اپنے گھر کے دروازے بند کر لیے وہ معاف تو بلال کے دل میں خیال آیا ہوگا کہ یہ تو اپنے سارے بھائیوں کو معاف کر رہے ہیں اور اچھا کر رہے ہیں لیکن میرا بدلہ تو رہ گیا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ آج صرف ایک شخص ہے جس کو میرے معاف کرنے سے تکلیف پہنچ سکتی ہے اور وہ بلالؓ ہے کہ جن کو میں معاف کر رہا ہوں وہ اسکے بھائی نہیں۔ جو اس کو دکھ دیا گیا ہے وہ اَور کسی کو نہیں دیا گیا۔ آپؐ نے فرمایا میں اس کا بدلہ لوں گا اور اس طرح لوں گا کہ میری نبوت کی بھی شان باقی رہے اور بلالؓ کا دل بھی خوش ہو جائے۔ آپؐ نے فرمایا بلالؓ کا جھنڈا کھڑا کرو اور ان مکہ کے سرداروں کو جو جوتیاں لے کر اسکے سینے پر ناچا کرتے تھے، جو اس کے پاؤں میں رسّی ڈال کر گھسیٹا کرتے تھے، جو اسے تپتی ریتوں پر لٹایا کرتے تھے کہہ دو کہ اگر اپنی اور اپنے بیوی بچوں کی جان بچانی ہے تو بلالؓ کے جھنڈے کے نیچے آجاؤ۔ میں سمجھتا ہوں جب سے دنیا پیدا ہوئی ہے، جب سے انسان کو طاقت حاصل ہوئی ہے اور جب سے کوئی انسان دوسرے انسان سے اپنے خون کا بدلہ لینے پر تیار ہوا ہے اور اس کو طاقت ملی ہے اس قسم کا عظیم الشان بدلہ کسی انسان نے نہیں لیا۔ جب بلالؓ کا جھنڈا خانہ کعبہ کے سامنے میدان میں گاڑا گیا ہوگا۔ جب عرب کے رؤساء، وہ رؤساء جو اس کو پیروں سے مسلا کرتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ بولتا ہے کہ نہیں کہ محمد رسول اللہ جھوٹا ہے۔ اور اب جب نظارہ بدلا، جب حالات بدلے تو اب وہ دوڑ دوڑ کر اپنے بیوی بچوں کے ہاتھ پکڑ پکڑ کر اور لا لا کر بلالؓ کے جھنڈے کے نیچے لاتے ہوں گے کہ ہماری جان بچ جائے۔ تو اس وقت بلالؓ کا دل اور اسکی جان کس طرح محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نچھاور ہو رہی ہوگی۔ وہ کہتا ہوگا میں نے تو خبر نہیں ان کفار سے بدلہ لینا تھا یا نہیں یا لے سکتا تھا کہ نہیں اب وہ بدلہ لے لیا گیا ہے کہ ہر شخص جس کی جوتیاں میرے سینے پر پڑتی تھیں اس کے سر کو میری جوتی پر جھکا دیا گیا ہے۔ یہ وہ بدلہ ہے کہ وہ جوتیاں جو سینے پر ناچا کرتی تھیں آج ان کو پہننے والے سر بلال کی جوتی پر جھکا دیئے گئے ہیں۔ یہ وہ بدلہ تھا جو یوسف کے بدلہ سے بھی زیادہ شاندار تھا۔ اس لیے کہ یوسف نے اپنے باپ کی خاطر اپنے بھائیوں کو معاف کیا تھا۔ جس کی خاطر کیا وہ اس کا باپ تھا اور جن کو کیا وہ اس کے بھائی تھے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچوں اور بھائیوں کو ایک غلام کی جوتیوں کے طفیل معاف کیا۔ بھلا یوسف کا بدلہ اسکے مقابلے میں کیا حیثیت رکھتا ہے۔

(ماخوذ از سیر روحانی، انوار العلوم، جلد 24، صفحہ 268 تا 273)

پہلا جو حوالہ تھا ''سیر روحانی'' کا تھا۔ اسی واقعہ کو دیباچہ تفسیر القرآن میں بھی اختصار کے ساتھ بیان فرمایا ہے اور یہ مَیں اس لیے کہہ رہا ہوں کہ بعض لوگ لکھ دیتے ہیں کہ فلاں جگہ تو یوں فرمایا تھا۔ دونوں بیانوں میں تفصیل اور اختصار کے علاوہ کوئی فرق نہیں ہے۔ بعض لوگ بڑے نکتے نکال کر فرق بھی بتانے شروع کر دیتے ہیں۔ واقعاتی طور پر بھی اور نتیجے کے طور پر بھی ایک ہی چیز ہے۔

بہرحال یہاں جو بیان ہے وہ اس طرح ہے کہ ''ابوسفیان نے کہا یا رسول اللہؐ! اگر مکہ کے لوگ تلوار نہ اٹھائیں تو کیا وہ امن میں ہوں گے؟ آپؐ نے فرمایا ہاں! ہر شخص جو اپنے گھر کا دروازہ بند کر لے اسے امن دیا جائے گا۔ حضرت عباسؓ نے کہا یا رسول اللہؐ! ابوسفیان فخر پسند آدمی ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ میری عزت کا بھی کوئی سامان کیا جائے۔'' یہ حضرت عباسؓ کے حوالے سے زائد چیز ہے۔ ''آپؐ نے فرمایا بہت اچھا، جو شخص ابوسفیان کے گھر میں چلا جائے اس کو بھی امن دیا جائے گا۔ جو مسجد کعبہ میں گھس جائے اس کو بھی امن دیا جائے گا۔ جو اپنے ہتھیار پھینک دے اس کو بھی امن دیا جائے گا۔ جو اپنا دروازہ بند کر کے بیٹھ جائے گا اس کو بھی امن دیا جائے گا۔ جو حکیم بن حزام کے گھر میں چلا جائے اس کو بھی امن دیا جائے گا۔ اس کے بعد اَبِی رُوَیحہؓ جن کو آپؐ نے بلالؓ حبشی غلام کا بھائی بنایا ہوا تھا ان کے متعلق آپؐ نے فرمایا ہم اس وقت اَبِی رُوَیحہؓ کو اپنا جھنڈا دیتے ہیں جو شخص ابی رویحہؓ کے جھنڈے کے نیچے کھڑا ہوگا ہم اس کو بھی کچھ نہ کہیں گے اور بلالؓ سے کہا تم ساتھ ساتھ یہ اعلان کرتے جاؤ کہ جو شخص ابی رویحہؓ کے جھنڈے کے نیچے آجائے گا اس کو امن دیا جائے گا۔'' یہ چیز یہاں زائد ہے کہ بلالؓ ساتھ اعلان کرتے جائیں۔ ''اس حکم میں کیا ہی لطیف حکمت تھی۔ مکہ کے لوگ بلالؓ کے پیروں میں رسی ڈال کر اس کو گلیوں میں کھینچا کرتے تھے، مکہ کی گلیاں، مکہ کے میدان بلال کیلئے امن کی جگہ نہیں تھے بلکہ عذاب اور تذلیل اور تضحیک کی جگہ تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیال فرمایا کہ بلالؓ کا دل آج انتقام کی طرف بار بار مائل ہوتا ہوگا۔ اس وفادار ساتھی کا انتقام لینا بھی نہایت ضروری ہے مگر یہ بھی ضروری ہے کہ ہمارا انتقام اسلام کی شان کے مطابق ہو۔ پس آپؐ نے بلالؓ کا انتقام اس طرح نہ لیا کہ تلوار کے ساتھ اس کے دشمنوں کی گردنیں کاٹ دی جائیں بلکہ اس کے بھائی کے ہاتھ میں ایک بڑا جھنڈا دے کر کھڑا کر دیا اور بلالؓ کو اس

غرض کیلئے مقرر کر دیا کہ وہ اعلان کردے کہ جو کوئی میرے بھائی کے جھنڈے کے نیچے آ کر کھڑا ہوگا اسے امن دیا جائے گا۔ کیسا شاندار یہ انتقام تھا، کیسا حسین یہ انتقام تھا۔ جب بلالؓ بلند آواز سے یہ اعلان کرتا ہوگا کہ اے مکہ والو! آؤ میرے بھائی کے جھنڈے کے نیچے کھڑے ہو جاؤ تمہیں امن دیا جائے گا تو اس کا دل خود ہی انتقام کے جذبات سے خالی ہوتا جاتا ہوگا اور اس نے محسوس کر لیا ہوگا کہ جو انتقام محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے لیے تجویز کیا اس سے زیادہ شاندار اور اس سے زیادہ حسین انتقام میرے لیے اور کوئی نہیں ہو سکتا۔‘‘

(دیباچہ تفسیر القرآن، انوار العلوم، جلد 20، صفحہ 340-341)

پھر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت بلالؓ کے صبر اور فتح مکہ کے وقت ان کی حالت کا تذکرہ کرتے ہوئے یوں بیان فرمایا ہے کہ ’’یہ تکالیف تھیں جو بلال کو پہنچائی گئیں۔‘‘ مکے میں جو تکالیف ہوتی تھیں ان کا ذکر پہلے بھی ہو چکا ہے۔ ’’مگر جانتے ہو جب مکہ فتح ہوا تو وہ بلالؓ حبشی غلام جس کے سینے پر مکہ کے بڑے بڑے افسر ناچا کرتے تھے اس کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا عزت دی؟ اور کس طرح اس کا کفار سے انتقام لیا؟ جب مکہ فتح ہوا تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بلالؓ کے ہاتھ میں ایک جھنڈا دے دیا اور اعلان کر دیا کہ اے مکہ کے سردارو! اگر اب تم اپنی جانیں بچانا چاہتے ہو تو بلالؓ کے جھنڈے کے نیچے آ کر کھڑے ہو جاؤ۔ گویا وہ بلالؓ جس کے سینے پر مکہ کے بڑے بڑے سردار ناچا کرتے تھے اس کے متعلق رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ والوں کو بتایا کہ آج تمہاری جانیں اگر بچ سکتی ہیں تو اس کی یہی صورت ہے کہ تم بلالؓ کی غلامی میں آ جاؤ حالانکہ بلالؓ غلام تھا اور وہ چوہدری تھے۔‘‘

(آئندہ وہی قومیں عزت پائیں گی جو مالی و جانی قربانیوں میں حصہ لیں گی، انوار العلوم، جلد 21، صفحہ 164)

پس ہر جگہ یہی نتیجہ ہے۔ چاہے جھنڈا ان کے بھائی کے سپرد کیا تب بھی بلالؓ کو ساتھ کیا۔ بلالؓ کے نام پر جھنڈا کیا تب بھی اور بلالؓ کے ہاتھ میں دیا تو نتیجہ وہی ہے۔ تھوڑے سے فرق کے ساتھ واقعاتی طور پر ایک ہی بات بیان ہو رہی ہے اور نتیجہ بھی وہی نکالا جا رہا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ عید کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے آگے نیزے کو لے کر چلا جاتا تھا۔ عید والے دن ایک شخص آگے چلتا تھا اس کے ہاتھ میں نیزہ ہوتا تھا اور جس کو عموماً حضرت بلالؓ اٹھائے ہوئے ہوتے تھے۔ محمد بن عمر بیان کرتے ہیں کہ حضرت بلالؓ اسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے گاڑ دیتے تھے۔ اس زمانے میں عیدگاہ میدان ہوتا تھا۔ کھلا میدان تھا وہی عیدگاہ تھی۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد، الجزء الثالث، صفحہ 177 ’’بلال بن رباح‘‘ دار الکتب العلمیۃ بیروت 2017ء)

ایک روایت ہے کہ نجاشی حبشہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تین نیزے تحفے میں بھیجے تھے۔ ایک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے رکھ لیا۔ ایک حضرت علی بن ابوطالب کو دیا اور ایک حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیا۔ حضرت بلالؓ اس نیزے کو جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے لیے رکھا تھا عیدین میں آپؐ کے آگے آگے لے کر چلتے تھے یہاں تک کہ اسے آپؐ کے آگے گاڑ دیتے اور آپؐ اسی کی طرف نماز پڑھتے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت بلالؓ اسی طرح اس نیزے کو حضرت ابوبکرؓ کے آگے لے کر چلا کرتے تھے۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد، الجزء الثالث، صفحہ 178 ’’بلال بن رباح‘‘ دار الکتب العلمیۃ بیروت 2017ء)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد روایات میں یہی آتا ہے کہ حضرت بلالؓ جہاد میں شامل ہونے کیلئے شام کی طرف چلے گئے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد اس طرح بیان ہوا ہے کہ حضرت بلالؓ حضرت ابوبکرؓ کے پاس آئے اور کہا کہ اے خلیفۂ رسول! مَیں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ مومن کا سب سے افضل عمل اللہ کی راہ میں جہاد ہے۔ حضرت ابوبکرؓ نے کہا بلالؓ تم کیا چاہتے ہو؟ حضرت بلالؓ نے جواب دیا کہ میں چاہتا ہوں کہ مجھے اللہ کے رستہ میں جہاد کیلئے بھیج دیا جائے یہاں تک کہ میں مارا جاؤں۔ حضرت ابوبکرؓ نے کہا کہ بلال میں تمہیں اللہ کا واسطہ دیتا ہوں اور اپنی حرمت اور حق یاد دلاتا ہوں کہ میں بوڑھا اور ضعیف ہو گیا ہوں۔ میری موت کا وقت قریب آ گیا ہے اس وجہ سے میرے پاس ٹھہر جاؤ۔ اس پر حضرت بلالؓ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات تک ان کے پاس ہی رہے۔ حضرت ابوبکرؓ کی وفات کے بعد حضرت بلالؓ حضرت عمرؓ کے پاس آئے اور ان سے بھی وہی بات کہی جو حضرت ابوبکرؓ کو کہی تھی۔ حضرت عمرؓ نے بھی انہیں ویسا ہی جواب دیا جیسا حضرت ابوبکرؓ نے دیا تھا مگر حضرت بلالؓ نہ مانے۔ حضرت بلالؓ جہاد پر جانے پر مصر تھے اور انہوں نے حضرت عمرؓ کے سامنے اسی بات کا اصرار کیا۔ حضرت عمرؓ نے ان سے فرمایا کہ میں تمہارے بعد اذان دینے کی ذمہ داری کس کے سپرد کروں گا؟ حضرت بلالؓ نے عرض کی کہ حضرت سعدؓ کے کیونکہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں اذان دی ہوئی ہے۔ پس حضرت عمرؓ نے حضرت سعدؓ اور ان کے بعد ان کی اولاد کے سپرد اذان کی ذمہ داری لگائی اور حضرت بلالؓ کو ان کے اصرار کی وجہ سے جہاد پر بھیج دیا۔ (الطبقات الکبریٰ لابن سعد، الجزء الثالث، صفحہ 178 ’’بلال بن رباح‘‘ دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان 2017ء)

یہ ایک روایت ہے اور ایک روایت میں حضرت بلالؓ اور حضرت ابوبکرؓ کے اذان دینے کے حوالے سے جو مکالمہ ہوا اس کا بھی یوں ذکر ملتا ہے کہ موسیٰ بن محمد اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو حضرت بلالؓ نے اس روز اس وقت اذان دی کہ ابھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تدفین نہ ہوئی تھی۔ جب انہوں نے أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ کے الفاظ اپنی زبان میں کہے۔ اَشْهَدُ کہتے تھے۔ تو مسجد میں لوگوں کے رونے کی وجہ سے ہچکیاں بندھ گئیں۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تدفین ہو گئی تو حضرت ابوبکرؓ نے حضرت بلالؓ کو اذان دینے کا کہا۔ حضرت بلالؓ نے جواباً کہا اگر تو آپ نے مجھے اس لیے آزاد کیا ہے کہ میں آپ کے ساتھ رہوں تو اس کا راستہ تو یہی ہے جس طرح آپ کہہ رہے ہیں لیکن اگر آپ نے مجھے اللہ کیلئے آزاد کیا ہے تو مجھے اس کیلئے چھوڑ دیجئے جس کیلئے مجھے آزاد کیا ہے۔ حضرت ابوبکرؓ نے کہا کہ میں نے تمہیں اللہ کی خاطر آزاد کیا ہے۔ اس پر حضرت بلالؓ نے کہا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد کسی کیلئے اذان نہ دوں گا۔ حضرت ابوبکرؓ نے کہا یہ آپ کی مرضی ہے۔ اسکے بعد حضرت بلالؓ مدینے میں ہی مقیم رہے یہاں تک کہ حضرت عمرؓ کے دورِ خلافت میں شام کیلئے لشکر روانہ ہوئے تو حضرت بلالؓ بھی ان لشکروں کے ساتھ شام چلے گئے۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد، الجزء الثالث، صفحہ 178 ’’بلال بن رباح‘‘ دار الکتب العلمیۃ بیروت 2017ء)

اسد الغابہ کی ایک روایت کے مطابق حضرت بلالؓ نے حضرت ابوبکرؓ سے کہا کہ اگر آپ نے مجھے اپنے لیے آزاد کیا ہے تو مجھے اپنے پاس روک لیں لیکن اگر آپ نے مجھے اللہ کی راہ میں آزاد کیا ہے تو مجھے اللہ کی راہ میں جہاد کیلئے جانے دیں۔ اس پر حضرت ابوبکرؓ نے حضرت بلالؓ سے فرمایا جاؤ۔ اس پر حضرت بلالؓ شام چلے گئے اور وفات تک وہیں رہے جو اکثر روایتیں ہیں وہ یہی ہیں کہ حضرت ابوبکرؓ کے زمانے میں نہیں گئے تھے بلکہ حضرت عمرؓ کے زمانے میں گئے تھے اور ایک قول کے مطابق حضرت بلالؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت ابوبکرؓ کے دورِ خلافت میں بھی اذان دیتے رہے ہیں۔ یہ بھی روایت ہے۔

(اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ، المجلد الاول، صفحہ 416 ’’بلال بن رباح‘‘ دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان)

ایک روایت یوں بیان کی گئی ہے کہ ایک دفعہ حضرت بلالؓ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ آپؐ فرماتے ہیں اے بلالؓ! یہ کیسی سنگ دلی ہے۔ کیا ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ تم ہماری زیارت کیلئے آؤ۔ حضرت بلالؓ نہایت رنج کی حالت میں بیدار ہوئے، شام میں ہوتے تھے اور سوار ہو کر مدینے کی طرف چل دیے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ مبارک پر حاضر ہو کر زار و قطار رونے لگے اور تڑپنے لگے۔ اتنے میں حضرت حسنؓ اور حسینؓ بھی آ گئے۔ حضرت بلالؓ نے انہیں بوسہ دیا اور انہیں گلے لگایا تو حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ نے حضرت بلالؓ سے کہا کہ ہم چاہتے ہیں کہ صبح کی اذان آپؓ دیں تو آپ مسجد کی چھت پر چڑھ گئے۔ جب حضرت بلالؓ نے أَللّٰهُ أَكْبَرُ أَللّٰهُ أَكْبَرُ کے الفاظ کہے تو راوی کہتے ہیں کہ مدینہ لرز اٹھا۔ پھر جب انہوں نے أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ کے الفاظ کہے تو اَور زیادہ جنبش ہوئی۔ لوگوں میں ایک دم بیداری پیدا ہوئی۔ پھر جب انہوں نے أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ کے الفاظ کہے تو عورتیں اپنے کمروں سے باہر آ گئیں۔ راوی کہتے ہیں کہ اس دن سے زیادہ رونے والے مرد اور رونے والی عورتیں نہیں دیکھی گئی تھیں۔

(اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ، المجلد الاول، صفحہ 417 ’’بلال بن رباح‘‘ دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ اور یہ اذان یاد آ گئی اور لوگ بے چین ہو گئے۔

حضرت عمرؓ کے دورِ خلافت میں جب حضرت بلالؓ نے جہاد کیلئے جانے کی اجازت طلب کی تو حضرت عمرؓ نے پوچھا کہ آپ کو کیا چیز اذان دینے سے مانع ہے۔ اس پر حضرت بلالؓ نے جواب دیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے اذان دی یہاں تک کہ آپؐ کی وفات ہو گئی۔ پھر میں نے حضرت ابوبکرؓ کے حکم سے اذان دی کیونکہ وہ میری نعمت کے نگران تھے یہاں تک کہ ان کی بھی وفات ہو گئی۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اے بلالؓ! کوئی عبادت جہاد فی سبیل اللہ سے بڑھ کر نہیں ہے، چنانچہ حضرت بلالؓ شام چلے گئے۔ جب حضرت عمرؓ شام تشریف لے گئے تو حضرت عمرؓ کے کہنے پر حضرت بلالؓ نے اذان دی۔ راوی کہتے ہیں کہ ہم نے اس دن سے قبل آپ کو اتنا روتے ہوئے نہیں دیکھا۔ (اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ، المجلد الاول، صفحہ 416-417 ’’بلال بن رباح‘‘ دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت بلالؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے آخری زمانے کا ذکر کرتے ہوئے بیان فرماتے ہیں کہ حضرت بلالؓ آخری عمر میں شام چلے گئے تھے۔ یہاں یہ ذکر بھی ہے کہ ان کو لوگ رشتہ نہیں دیتے تھے لیکن پہلے بیان ہو چکا ہے کہ ان کی کئی شادیاں تھیں اور رشتے ہوئے تھے۔ ہو سکتا ہے کہ بعض شام جانے کیلئے رشتہ نہیں دیتے یا شام جا کر رشتہ نہیں ملتا ہوگا۔ بہرحال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں آپؓ کی کئی شادیوں کی روایت ملتی ہے تو حضرت مصلح موعودؓ لکھتے ہیں کہ انہوں نے شام میں ایک جگہ رشتے کے متعلق درخواست کی اور کہا کہ میں حبشی ہوں اگر چاہو تو رشتہ نہ دو اور اگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا صحابی سمجھ کر مجھے رشتہ دے دو تو بڑی مہربانی ہوگی۔ انہوں نے رشتہ دے دیا اور وہ شام میں ہی ٹھہر گئے۔ بہرحال پہلے بھی ان کی شادیاں تھیں۔ ہو سکتا ہے پہلی بیویاں فوت ہو گئی تھیں یا ساتھ جانے والی کوئی نہیں تھی یا شام میں شادی کرنا چاہتے تھے۔ لیکن بہرحال یہ تھوڑی وضاحت یہاں ہو جائے کہ شادیاں ان کی پہلے تھیں۔ گو کہ حضرت مصلح موعودؓ نے یہ لکھا ہے۔ باقی روایتیں بھی یہی کہتی ہیں کہ ان کو کوئی رشتہ نہیں دیتا تھا۔ کس سیاق و سباق کے تحت لکھا اللہ بہتر جانتا ہے۔ بہرحال وہاں انہوں نے رشتہ مانگا۔ وہاں ان کی شادی ہو گئی اور وہ شام میں ٹھہر گئے۔ جو اصل چیز ہے وہ یہی ہے جو آگے رؤیا کا ذکر ہے۔ شادی تو ایک ضمنی بات آ گئی۔

حضرت مصلح موعودؓ نے یہ لکھا ہے کہ ایک دفعہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم رؤیا میں ان کے پاس تشریف لائے اور فرمایا بلالؓ! تم ہم کو بھول ہی گئے۔ کبھی ہماری قبر کی زیارت کرنے کیلئے نہیں آئے۔ وہ اسی وقت اٹھے

اورسفر کا سامان تیار کر کے مدینہ تشریف لے گئے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر پر رو رو کر دعا کی۔ اس وقت ان کو اتنی رقت پیدا ہوئی کہ لوگوں میں عام طور پر مشہور ہو گیا کہ بلالؓ آئے ہیں۔ حضرت حسنؓ اور حسینؓ جو اس وقت بڑے ہو چکے تھے دوڑے ہوئے آئے اور کہنے لگے آپ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں اذان دیا کرتے تھے۔ انہوں نے کہا ہاں۔ تو کہنے لگے ہمیں بھی اپنی اذان سنائیں۔ چنانچہ انہوں نے اذان دی اور لوگوں نے سنی۔ (ماخوذ از خطبات محمود، جلد 25، صفحہ 182، خطبہ جمعہ فرمودہ 10/مارچ 1944ء)

حضرت عمرؓ نے جب اپنے دورِ خلافت میں شام میں وظیفے کیلئے دفتر مرتب کروائے یعنی اکاؤنٹ کے رجسٹر وغیرہ بنوائے، کھاتے وغیرہ بنوائے اور سارا ریکارڈ مکمل کروایا تو حضرت بلالؓ شام چلے گئے اور وہیں مجاہدین کے ساتھ مقیم ہو گئے۔ حضرت عمرؓ نے حضرت بلالؓ سے پوچھا کہ اے بلالؓ! تم اپنے وظیفے کا دفتر کس کے پاس رکھو گے۔ یعنی اپنے حساب کتاب کی نمائندگی کس کے سپرد کرنا چاہتے ہو۔ کون ہوگا تمہارا نمائندہ یہاں؟ تو انہوں نے جواب دیا ابورُوَیحہؓ کے پاس جن کو میں اس اخوت کی وجہ سے کبھی نہ چھوڑوں گا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے اور ان کے درمیان قائم فرمائی تھی۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد، الجزء الثالث، صفحہ 176 ''بلال بن رباح'' دارالکتب العلمیۃ بیروت 2017ء)

حضرت بلالؓ کی صاف گوئی کا واقعہ ایک روایت میں یوں ملتا ہے۔ عمرو بن میمون اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت بلالؓ کے ایک بھائی خود کو عرب کی طرف منسوب کرتے تھے اور وہ خیال کرتے تھے کہ وہ انہی میں سے ہیں۔ انہوں نے عرب کی ایک عورت کو نکاح کا پیغام بھیجا تو انہوں نے کہا کہ اگر حضرت بلالؓ آئیں تو ہم تم سے نکاح کر دیں گے۔ حضرت بلالؓ آئے اور تشہد پڑھا۔ پھر کہا کہ مَیں بلال بن رباح ہوں اور یہ میرا بھائی ہے اور یہ اخلاق اور دین کے لحاظ سے اچھا آدمی نہیں ہے اگر تم اس سے نکاح کرنا چاہو تو کر دو اور اگر ترک کرنا چاہو تو ترک کر دو۔ انہوں نے کہا کہ جس کے آپؓ بھائی ہیں اس سے ہم نکاح کر دیں گے۔ پس انہوں نے آپؓ کے بھائی سے نکاح کر دیا۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد، الجزء الثالث، صفحہ 179 ''بلال بن رباح'' دارالکتب العلمیۃ بیروت 2017ء)

زید بن اسلم سے مروی ہے کہ بَنُو اَبُو بُکَیْر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے کہ فلاں شخص سے ہماری بہن کا نکاح کر دیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بلالؓ کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟ لوگ دوسری مرتبہ آئے اور عرض کیا یا رسول اللہؐ! ہماری بہن کا فلاں شخص سے نکاح کر دیں۔ آپؐ نے فرمایا تم لوگوں کا بلالؓ کے بارے میں کیا خیال ہے؟ یہ لوگ انکار کر کے چلے گئے۔ پھر تیسری مرتبہ آئے اور عرض کیا یا رسول اللہؐ! ہماری بہن کا فلاں شخص سے نکاح کر دیں۔ آپؐ نے فرمایا تم لوگوں کا بلالؓ کے بارے میں کیا خیال ہے؟ تم لوگوں کا ایسے شخص کے بارے میں کیا خیال ہے جو اہلِ جنت میں سے ہے؟ راوی کہتے ہیں اس پر ان لوگوں نے حضرت بلالؓ سے اپنی بہن کا نکاح کر دیا۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد، الجزء الثالث، صفحہ 179 ''بلال بن رباح'' دارالکتب العلمیۃ بیروت 2017ء)

حوالہ جو پہلے مَیں نے کہا تھا کہ حضرت مصلح موعودؓ نے لکھا ہے کہ شادیاں نہیں ہوئی تھیں۔ وہ بات شاید کسی اَور سیاق و سباق کے تحت ہو۔ شادیاں پہلے ہوئی تھیں۔ اور یہ بھی ایک حوالہ ہے۔ حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے لکھا ہے کہ ''ایک دفعہ حضرت عمرؓ کے عہد خلافت میں وہ (یعنی سہیل بن عمرو) اور ابوسفیان اور بعض دوسرے رؤسائے مکہ جو فتح کے وقت مسلمان ہوئے تھے حضرت عمرؓ کو ملنے کیلئے گئے۔ حضرت عمرؓ کے عہدِ خلافت میں ابوسفیان اور بعض دوسرے رؤسائے مکہ جو فتح مکہ کے وقت مسلمان ہوئے تھے حضرت عمرؓ کو ملنے کیلئے گئے۔ اتفاق سے اسی وقت بلالؓ اور عمارؓ اور صہیبؓ وغیرہ بھی حضرت عمرؓ سے ملنے کیلئے آ گئے۔ یہ وہ لوگ تھے جو غلام رہ چکے تھے اور بہت غریب تھے مگر ان لوگوں میں سے تھے جنہوں نے ابتدا میں اسلام قبول کیا تھا۔ حضرت عمرؓ کو اطلاع دی گئی تو انہوں نے بلال وغیرہ کو پہلے ملاقات کیلئے بلایا۔ ابوسفیان نے جس کے اندر غالباً ابھی تک کسی قدر جاہلیت کی رگ باقی تھی یہ نظارہ دیکھا تو اس کے تن بدن میں آگ لگ گئی۔ چنانچہ کہنے لگا یہ ذلت بھی ہمیں دیکھنی تھی کہ ہم انتظار کریں اور ان غلاموں کو شرفِ ملاقات بخشا جاوے۔ سہیل نے فوراً سامنے سے جواب دیا کہ پھر یہ کس کا قصور ہے؟ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سب کو خدا کی طرف بلایا لیکن انہوں نے فوراً مان لیا اور ہم نے دیر کی۔ پھر ان کو ہم پر فضیلت حاصل ہو یا نہ ہو؟'' (سیرت خاتم النبیینؐ، صفحہ 369)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس واقعہ کا ذکر اس طرح کیا ہے اور حضرت بلالؓ کے مقام و مرتبہ کا ذکر فرماتے ہوئے کہ حضرت عمرؓ اپنی خلافت کے زمانے میں ایک دفعہ مکہ میں آئے تو وہی غلام جن کو سر کے بالوں سے پکڑ کر لوگ گھسیٹا کرتے تھے ایک ایک کر کے حضرت عمرؓ کی ملاقات کیلئے آنا شروع ہوئے۔ وہ عید کا دن تھا اور ان غلاموں کے آنے سے پہلے مکہ کے بڑے بڑے رؤساء کے بیٹے آپ کو سلام کرنے کیلئے حاضر ہو چکے تھے۔ ابھی وہ بیٹھے ہی تھے کہ بلالؓ آئے۔ وہی بلال جو غلام رہ چکے تھے، جن کو لوگ مارا پیٹا کرتے تھے، جن کو کھردرے اور نوکیلے پتھروں پر ننگے جسم سے گھسیٹا کرتے تھے، جن کے سینے پر بڑے بڑے وزنی پتھر رکھ کر کہا کرتے تھے کہ کہو میں لات اور عزیٰ کی پرستش کروں گا مگر وہ یہی کہتے تھے کہ اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ۔ حضرت عمرؓ نے جب بلالؓ کو دیکھا تو ان رؤساء سے فرمایا: ذرا پیچھے ہٹ جاؤ اور بلالؓ کو بیٹھنے کی جگہ دو۔ ابھی وہ بیٹھے ہی تھے کہ ایک اَور غلام صحابی آ گئے۔ حضرت عمرؓ نے پھر ان رؤساء سے فرمایا: ذرا پیچھے ہٹ جاؤ اور ان کو بیٹھنے دو۔ تھوڑی دیر گزری تھی تو ایک اَور غلام صحابی آ گئے۔ حضرت عمرؓ نے حسب معمول ان رؤساء سے پھر فرمایا کہ ذرا پیچھے ہٹ جاؤ اور ان کو بیٹھنے کی جگہ دو۔ اتفاق کی بات ہے چونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو ذلیل کرنا تھا اس لیے یکے بعد دیگرے آٹھ دس غلام آ گئے اور ہر دفعہ حضرت عمرؓ ان رؤساء سے یہی کہتے چلے گئے کہ پیچھے ہٹ جاؤ اور ان کو بیٹھنے کی جگہ دو۔ ان دنوں بڑے بڑے ہال نہیں بنائے جاتے تھے بلکہ معمولی کوٹھڑیاں ہوتی تھیں جن میں زیادہ آدمی نہیں بیٹھ سکتے تھے۔ جب تمام غلام صحابہؓ کمرے میں بھر گئے تو مجبوراً ان رؤساء کو جوتیوں والی جگہ میں بیٹھنا پڑا۔ یہ ذلت ان کیلئے ناقابل برداشت ہو گئی۔ وہ اسی وقت اٹھے اور باہر آ کر ایک دوسرے سے کہنے لگے۔ دیکھا! آج ہمیں کیسا ذلیل کیا گیا ہے۔ یہ غلام جو ہماری خدمتیں کیا کرتے تھے ان کو تو اوپر بٹھایا گیا ہے مگر ہمیں پیچھے ہٹنے پر مجبور کیا گیا ہے یہاں تک کہ ہٹتے ہٹتے ہم جوتیوں والی جگہ پر جا پہنچے اور سب لوگوں کی نگاہ میں ذلیل اور رسوا ہوئے۔ ایک شخص جو ان میں سے زیادہ سمجھدار تھا جب اس نے یہ باتیں سنیں تو کہا یہ ٹھیک ہے کہ ہماری رسوائی ہوئی ہے لیکن سوال یہ ہے کہ آخر ایسا کس کی کرتوتوں سے ہوا۔ ہمارے باپ بھائی جب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے ساتھیوں کو مارا پیٹا کرتے تھے اس وقت یہ غلام آپؐ پر اپنی جانیں فدا کیا کرتے تھے۔ آج چونکہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حکومت ہے اس لیے تم خود ہی فیصلہ کر لو کہ ان کو ماننے والے کن لوگوں کو عزت دیں گے۔ آیا تم کو جو مارا کرتے تھے یا ان غلاموں کو جو اپنی جانیں اسلام کیلئے قربان کیا کرتے تھے۔ اگر انہی کو عزت ملنی چاہئے تو پھر تمہیں آج کے سلوک پر شکوہ کیوں پیدا ہوا؟ تمہارے اپنے باپ دادا کے اعمال کا یہ نتیجہ ہے کہ تمہارے ساتھ وہ سلوک نہیں ہو رہا جو غلاموں کے ساتھ ہو رہا ہے۔ یہ بات ان لوگوں کی سمجھ میں آ گئی۔ جب ایک عقلمند شخص نے یہ بات کہی تو کہنے لگے ہم حقیقت کو سمجھ گئے مگر سوال یہ ہے کہ کیا اس رسوائی کا کوئی علاج بھی ہے یا نہیں۔ بیشک ہمارے باپ دادا سے بڑا قصور ہوا ہے مگر آخر اس قصور کا کوئی علاج بھی ہونا چاہئے جس سے یہ ذلت کا داغ ہماری پیشانی سے دھل سکے۔ اس پر سب نے فیصلہ کیا کہ ہماری سمجھ میں تو کوئی بات نہیں آتی۔ چلو حضرت عمرؓ سے ہی پوچھیں کہ اس رسوائی کا کیا علاج ہے۔ جب وہ دوبارہ حضرت عمرؓ کے پاس گئے۔ اس وقت تک مجلس برخاست ہو چکی تھی اور صحابہ سب جا چکے تھے۔ انہوں نے حضرت عمرؓ سے کہا کہ آج ہمیں اس مجلس میں آ کر جو دکھ پہنچا ہے اس کے متعلق ہم آپؓ سے مشورہ کرنے آئے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے کہا دیکھو برا نہ منانا۔ یہ لوگ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ تھے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں ہمیشہ آگے بیٹھا کرتے تھے۔ اس لیے میں بھی مجبور تھا کہ انہیں آگے بٹھاتا۔ بیشک تمہیں میرے اس فعل سے تکلیف ہوئی ہوگی مگر میں مجبور تھا۔ انہوں نے کہا کہ ہم آپ کی اس مجبوری کو سمجھتے ہیں۔ ہم صرف یہ دریافت کرنا چاہتے ہیں کہ کیا اس ذلت کا کوئی علاج بھی ہے اور کیا کوئی پانی ایسا ہے جس سے یہ داغ دھویا جا سکے۔ حضرت عمرؓ جو اُن نوجوانوں کے باپ دادا کی شان و شوکت اور ان کے رعب اور دبدبے کو دیکھ چکے تھے جب انہوں نے ان نوجوانوں کی یہ بات سنی تو آپؓ کی آنکھوں میں آنسو ڈبڈبا آئے کہ یہ لوگ اپنے گناہوں کی وجہ سے کہاں سے کہاں آ گرے ہیں اور آپؓ پر رِقّت اس قدر غالب آئی کہ آپؓ ان کی بات کا جواب تک نہ دے سکے۔ صرف ہاتھ اٹھا کر شام کی طرف جہاں ان دنوں قیصر کی فوجوں سے لڑائی ہو رہی تھی اشارہ کر دیا۔ مطلب یہ تھا کہ اب ذلّت کا یہ داغ اسی طرح دھل سکتا ہے کہ اس لڑائی میں شامل ہو کر اپنی جان دے دو۔ چنانچہ وہ اسی وقت باہر نکلے اپنے اونٹوں پر سوار ہوئے اور شام کی طرف روانہ ہو گئے اور تاریخ بتاتی ہے کہ ان میں سے ایک شخص بھی زندہ واپس نہیں آیا۔ اس طرح انہوں نے اپنے خون کے ساتھ اس ذلت کے داغ کو مٹایا جو ان کی پیشانی پر اپنے باپ دادا کے افعال کی وجہ سے لگ گیا تھا۔ (ماخوذ از تفسیر کبیر، جلد 9، صفحہ 289-290)

پس ایک تو یہ ہے کہ قربانیاں دینی پڑتی ہیں تبھی مقام ملتا ہے اور اسلام کی یہ خوبصورت تعلیم ہے کہ جو قربانیاں کرنے والے ہیں، جو شروع سے ہی وفا دکھانے والے ہیں ان کا مقام بہرحال اونچا ہے چاہے وہ حبشی غلام ہو یا کسی نسل کا غلام ہو۔ اور یہ وہ مقام ہے جو اسلام نے حق پر رکھا ہے، جو اپنے میرٹ پر رکھا ہے اور ہر ایک کو ملتا ہے۔ یہ نہیں کہ کون امیر ہے کون غریب ہے۔ قربانیاں کرنے والے ہوں گے، وفا کرنے والے ہوں گے، اپنی جانیں نثار کرنے والے ہوں گے، ہر چیز قربان کرنے والے ہوں گے تو ان کو مقام ملے گا۔

ان شاء اللہ تعالیٰ حضرت بلالؓ کا یہ ذکر ابھی جاری ہے۔ آئندہ بھی بیان ہوگا۔

......☆......☆......☆......

ارشاد باری تعالیٰ

لَنۡ تَنَالُوا الۡبِرَّ حَتّٰی تُنۡفِقُوۡا مِمَّا تُحِبُّوۡنَ ۬ؕ

وَمَا تُنۡفِقُوۡا مِنۡ شَیۡءٍ فَاِنَّ اللّٰہَ بِہٖ عَلِیۡمٌ ○ (آل عمران: 93)

ترجمہ: تم ہرگز نیکی کو پا نہیں سکو گے یہاں تک کہ تم ان چیزوں میں سے خرچ کرو جن سے تم محبت کرتے ہو۔ اور تم جو کچھ بھی خرچ کرتے ہو تو یقیناً اللہ اس کو خوب جانتا ہے۔

DAR FRUIT CO. KULGAM
B.O AHMED FRUITS
Prop. Khawaja Masood Ahmad Dar   Asnoor (Kashmir)
Contact: 9622584733, 7006066375 (Saqib)

نبیوں کا سردارؐ

(از حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

مہاجرین وانصار اور یہود کے مابین معاہدہ

علاوہ مسلمانوں کو بھائی بھائی بنانے کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام اہل مدینہ کے درمیان ایک معاہدہ کرایا۔ آپ نے یہودیوں اور عربوں کے سرداروں کو جمع کیا اور فرمایا پہلے یہاں صرف دو گروہ تھے مگر اب تین گروہ ہو گئے ہیں۔ یعنی پہلے تو صرف یہود اور مدینہ کے عرب یہاں بستے تھے مگر اب یہود، مدینہ کے عرب اور مکہ کے مہاجر تین گروہ ہو گئے ہیں۔ اِس لئے چاہیئے کہ آپس میں ایک صلح نامہ قائم ہو جائے۔ چنانچہ آپس کے سمجھوتے کے ساتھ ایک معاہدہ لکھا گیا اس معاہدہ کے الفاظ یہ ہیں: ”معاہدہ مابین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، مؤمنوں اور اُن تمام لوگوں کے جو اُن سے بخوشی مل جائیں۔

مہاجرین سے اگر کوئی قتل ہو جائے تو وہ اُس کے خون کا ذمہ دار خود ہوں گے اور اپنے قیدیوں کو خود چھڑائیں گے اور مدینہ کے مختلف مسلمان قبائل بھی اسی طرح اِن امور میں اپنے قبائل کے ذمہ دار ہوں گے۔ جو شخص بغاوت پھیلائے یا دشمنی پیدا کرے اور نظام میں تفرقہ ڈالے تمام معاہدین اُس کے خلاف کھڑے ہو جائیں گے خواہ وہ اُن کا اپنا بیٹا ہی کیوں نہ ہو۔ اگر کوئی کافر مسلمان کے ہاتھ سے لڑائی میں مارا جائے تو اُسکے مسلمان رشتہ دار مسلمان سے بدلہ نہیں لیں گے اور نہ کسی مسلمان کے مقابلہ میں ایسے کافر کی مدد کریں گے۔ جو کوئی یہودی ہمارے ساتھ مل جائے اس کی ہم سب مدد کریں گے۔ یہودیوں کو کسی قسم کی تکلیف نہیں دی جائے گی نہ کسی دشمن کی اُن کے خلاف مدد کی جائے گی۔ کوئی غیر مؤمن مکہ کے لوگوں کو اپنے گھر میں پناہ نہیں دے گا نہ اُن کی جائداد اپنے پاس امانت رکھے گا اور نہ کافروں اور مؤمنوں کی لڑائی میں کسی قسم کی دخل اندازی کرے گا۔ اگر کوئی شخص کسی مسلمان کو ناجائز طور پر مار دے تو تمام مسلمان اُسکے خلاف متحدہ کوشش کریں گے۔ اگر ایک مشرک دشمن مدینہ پر حملہ کرے تو یہودی مسلمانوں کا ساتھ دیں گے اور بحصۂ رسدی خرچ برداشت کریں گے۔ یہودی قبائل جو مدینہ کے مختلف قبائل کے ساتھ معاہدہ کر چکے ہیں اُن کے حقوق مسلمانوں کے سے حقوق ہوں گے۔ یہودی اپنے مذہب پر قائم رہیں گے اور مسلمان اپنے مذہب پر قائم رہیں گے۔ جو حقوق یہودیوں کو ملیں گے وہی ان کے اتباع کو بھی ملیں گے۔ مدینہ کے لوگوں میں سے کوئی شخص محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت کے بغیر کوئی لڑائی شروع نہیں کر سکے گا لیکن اِس شرط کے ماتحت کوئی شخص اُسکے جائز انتقام سے محروم نہیں کیا جائے گا۔ یہودی اپنی تنظیم میں سے اپنے اخراجات خود برداشت کریں گے اور مسلمان اپنے اخراجات خود برداشت کریں گے لیکن لڑائی کی صورت میں وہ دونوں مل کر کام کریں گے۔ مدینہ اُن تمام لوگوں کیلئے جو اس معاہدہ میں شامل ہوتے ہیں ایک محترم جگہ ہوگی۔ جو اجنبی کہ شہر کے لوگوں کی حمایت میں آجائیں اُن کے ساتھ بھی وہی سلوک ہوگا جو اصل باشندگانِ شہر کے ساتھ ہوگا۔ لیکن مدینہ کے لوگوں کو یہ اجازت نہ ہوگی کہ کسی عورت کو اُس کے رشتہ داروں کی مرضی کے بغیر اپنے گھروں میں رکھیں۔ جھگڑے اور فساد خدا اور اُس کے رسول کے پاس فیصلہ کیلئے پیش کئے جائیں گے۔ مکہ والوں اور اُن کے حلیف قبائل کے ساتھ اِس معاہدہ میں شامل ہونے والے کوئی معاہدہ نہیں کریں گے، کیونکہ اِس معاہدہ میں شامل ہونے والے مدینہ کے دشمنوں کے خلاف اِس معاہدہ کے ذریعہ سے اتفاق کر چکے ہیں۔ جس طرح جنگ علیحدہ نہیں کی جاسکے گی اِسی طرح صلح بھی علیحدہ نہیں کی جاسکے گی۔ لیکن کسی کو مجبور نہیں کیا جائے گا کہ وہ لڑائی میں شامل ہو۔ ہاں اگر کوئی شخص ظلم کا کوئی فعل کرے گا تو وہ سزا کا مستحق ہوگا۔ یقیناً خدا نیکوں اور دینداروں کا محافظ ہے اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) خدا کے رسول ہیں۔“

یہ معاہدہ کا خلاصہ ہے۔ اِس معاہدہ میں بار بار اِس بات پر زور دیا گیا تھا کہ دیانتداری اور صفائی کو ہاتھ سے نہیں چھوڑا جائے گا اور ظالم اپنے ظلم کا خود ذمہ دار ہوگا۔ اِس معاہدہ سے ظاہر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے یہ فیصلہ ہو چکا تھا کہ یہودیوں کے ساتھ اور مدینہ کے اُن باشندوں کے ساتھ جو اِسلام میں شامل نہ ہوں محبت، پیار اور ہمدردی کا سلوک کیا جائے گا اور انہیں بھائیوں کی طرح رکھا جائے گا۔ پس بعد میں یہود کے ساتھ جس قدر جھگڑے پیدا ہوئے اُن کی ذمہ داری خالصۃً یہود پر تھی۔

اہل مکہ کی طرف سے ازسرنو شرارتوں کا آغاز

جیسا کہ بتایا جاچکا ہے کہ دو تین مہینہ کے بعد مکہ والوں کی پریشانی جب دور ہوئی تو اُنہوں نے پھر سے اِسلام کے خلاف ایک نیا محاذ قائم کیا۔ چنانچہ انہی ایام میں مدینہ کے ایک رئیس سعد بن معاذ جو اوس قبیلہ کے سردار تھے بیت اللہ کا طواف کرنے کیلئے مکہ گئے تو ابوجہل نے اُن کو دیکھ کر بڑے غصہ سے کہا کیا تم لوگ یہ خیال کرتے ہو کہ اُس مرتد (محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کو پناہ دینے کے بعد تم لوگ امن کے ساتھ کعبہ کا طواف کرسکو گے اور تم یہ گمان کرتے ہو کہ تم اُس کی حفاظت اور امداد کی طاقت رکھتے ہو۔ خدا کی قسم! اگر اِس وقت تیرے ساتھ ابوصفوان نہ ہوتا تو تُو اپنے گھر والوں کے پاس بچ کر نہ جاسکتا۔ سعد بن معاذ نے کہا۔ وَاللہِ! اگر تم نے ہمیں کعبہ سے روکا تو یاد رکھو پھر تمہیں بھی تمہارے شامی راستہ پر امن نہیں مل سکے گا۔ اُنہی دنوں میں ولید بن مغیرہ مکہ کا ایک بہت بڑا رئیس بیمار ہوا اور اُس نے محسوس کیا کہ اُس کی موت قریب ہے۔ ایک دن مکہ کے بڑے بڑے رئیس اُس کے پاس بیٹھے تھے تو وہ بے اختیار ہو کر رونے لگ گیا۔ مکہ کے رؤساء حیران ہوئے اور اُس سے پوچھا کہ آخر آپ روتے کیوں ہیں؟ ولید نے کہا کیا تم سمجھتے ہو کہ میں موت کے ڈر سے روتا ہوں وَاللہِ! ایسا ہرگز نہیں، مجھے تو یہ غم ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا دین پھیل جائے اور مکہ بھی اس کے قبضہ میں چلا جائے۔ ابوسفیان نے جواب میں کہا اِس بات کا غم نہ کرو جب تک ہم زندہ ہیں ایسا نہیں ہوگا ہم اِس بات کے ضامن ہیں۔

اِن تمام واقعات سے ثابت ہوتا ہے کہ مکہ کے لوگوں کے مظالم میں جو وقفہ ہوا تھا وہ عارضی تھا۔ دوبارہ قوم کو اُکسایا جارہا تھا۔ مرنے والے رؤساء موت کے بستر پر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کی قسمیں لے رہے تھے۔ مدینہ کے لوگوں کو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف لڑائی پر آمادہ کیا جارہا تھا اور اُن کے انکار پر دھمکیاں دی جارہی تھیں کہ مکہ والے اور اُن کے حلیف قبائل لشکر لے کر مدینہ پر حملہ کریں گے اور مدینہ کے مردوں کو ماردیں گے اور عورتوں کو غلام بنالیں گے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مدافعانہ تدابیر

پس اِن حالات میں اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں خاموش بیٹھے رہتے اور مدینہ کی حفاظت کا کوئی سامان نہ کرتے تو یقیناً آپ پر ایک بہت بڑی ذمہ داری عائد ہوتی۔ پس آپ نے چھوٹے چھوٹے وفدوں کی صورت میں اپنے صحابہ کو مکہ کے اِردگرد بھجوانا شروع کیا تاکہ مکہ والوں کی کارروائیوں کا آپ کو علم ہوتا رہے۔ بعض دفعہ اِن لوگوں کی مکہ کے قافلوں یا مکہ کی بعض جماعتوں سے مڈبھیڑ بھی ہوجاتی اور ایک دوسرے کو دیکھ لینے کے بعد لڑائی تک بھی نوبت پہنچ جاتی۔ مسیحی مصنف لکھتے ہیں کہ یہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے چھیڑ چھاڑ تھی۔ کیا مکہ میں تیرہ سال تک جو مسلمانوں پر ظلم کیا گیا اور مدینہ کے لوگوں کو مسلمانوں کے خلاف کھڑا کرنے کی جو کوشش کی گئی اور پھر مدینہ پر حملہ کرنے کی جو دھمکیاں دی گئیں، اِن واقعات کی موجودگی میں آپ کا خبردار رہنے کیلئے وفود بھجوانا کیا چھیڑ چھاڑ کہلا سکتا ہے؟ کونسا دنیا کا قانون ہے جو مکہ کے تیرہ سال کے مظالم کے بعد بھی مسلمانوں اور اہل مکہ میں لڑائی چھیڑنے کیلئے کسی مزید وجہ کی ضرورت سمجھتا ہو۔ آج مغربی ممالک اپنے آپ کو بہت ہی مہذب سمجھتے ہیں۔ جو کچھ مکہ میں ہوا کیا اُن سے نصف واقعات پر بھی کوئی قوم لڑے تو کوئی شخص اُسے مجرم قرار دے سکتا ہے؟ کیا اگر کوئی حکومت کسی دوسرے ملک کے لوگوں کو ایک جماعت کے قتل کرنے یا اپنے ملک سے نکال دینے پر مجبور کرے تو اُس جماعت کو حق حاصل نہیں ہوتا کہ وہ اُس سے لڑائی کا اعلان کرے؟ پس مدینہ میں اِسلامی حکومت کے قیام کے بعد کسی نئی وجہ کے پیدا ہونے کی ضرورت ہی نہیں تھی۔ مکی زندگی کے واقعات مسلمانوں کو پورا حق دیتے تھے کہ وہ مکہ والوں سے جنگ کا اعلان کردیں مگر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا نہیں کیا۔ اُنہوں نے صبر کیا اور صرف دشمنوں کی شرارتوں کا پتا لگاتے رہنے کی حد تک اپنی کوششیں محدود رکھیں۔ مگر جب مکہ والوں نے خود مدینہ کے عربوں کو مسلمانوں کے خلاف بھڑکایا، مسلمانوں کو حج کرنے سے روک دیا اور اُن کے ان قافلے نے جو شام میں تجارت کیلئے جاتے تھے انہوں نے اپنے اصل راستے کو چھوڑ کر مدینہ کے اِردگرد کے قبائل میں سے ہو کر گزرنا اور ان کو مدینہ والوں کے خلاف اُکسانا شروع کیا تو مدینہ کی حفاظت کیلئے مسلمانوں کا بھی فرض تھا کہ وہ اس لڑائی کے چیلنج کو جو مکہ والے متواتر چودہ سال سے انہیں دے رہے تھے قبول لیتے اور دنیا کے کسی شخص کو حق حاصل نہیں کہ وہ چیلنج کے قبول کرنے پر اعتراض کرے۔

مدینہ میں اِسلامی حکومت کی بنیاد

جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیرونی حالات کی خبرگیری کر رہے تھے وہاں آپ مدینہ کی اصلاح سے بھی غافل نہیں تھے۔ یہ بتایا جاچکا ہے کہ مدینہ کے مشرک اکثر اخلاص کے ساتھ اور بعض منافقت کے ساتھ مسلمان ہو چکے تھے اِس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اِسلامی طریق حکومت کو اُن میں قائم کرنا شروع کیا۔ پہلے عرب کے دستور کے مطابق لوگ لڑ بھڑ کر اپنے حقوق کا فیصلہ کرلیا کرتے تھے۔ اب باقاعدہ قاضی مقرر کئے گئے جن کے فیصلہ کے بغیر کوئی شخص اپنا حق دوسرے سے حاصل نہیں کرسکتا تھا۔ پہلے مدینہ کے لوگوں کو علم کی طرف توجہ نہیں تھی اب اِس بات کا انتظام کیا گیا کہ پڑھے لکھے لوگ اَن پڑھوں کو پڑھانا شروع کریں۔ ظلم، تعدی اور بے انصافی روک دی گئی۔ عورتوں کے حقوق کو قائم کیا گیا۔ شریعت کے مطابق تمام مالداروں پر ٹیکس مقرر کئے گئے جو غرباء پر خرچ کئے جاتے تھے اور شہر کی عام حالت کی ترقی کیلئے بھی استعمال کئے جاتے تھے۔ مزدوروں کے حقوق کی حفاظت کی گئی۔ لاوارثوں کیلئے باقاعدہ تعلیموں کا انتظام کیا گیا۔ لین دین میں تحریر اور معاہدہ کی پابندیاں مقرر کی گئیں۔ غلاموں پر سختی کو سختی سے روکا جانے لگا۔ صفائی اور حفظانِ صحت کے اصول پر زور دیا جانے لگا۔ مردم شماری کی ابتدا کی گئی۔ گلیوں اور سڑکوں کے چوڑا کرنے کے احکام جاری کئے گئے۔ سڑکوں کی صفائی کے متعلق احکام جاری کئے گئے۔ غرض عائلی اور شہری زندگی کے تمام اصول مدوّن کئے گئے اور اُن کو باقاعدگی سے جاری کرنے کیلئے تدابیر اختیار کی گئیں اور عرب پہلی دفعہ منظم اور مہذب سوسائٹی کے اصول سے روشناس ہوئے۔

اِدھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم عرب کیلئے ایک ایسا قانون پیش کر رہے تھے جو نہ صرف اُس زمانہ کیلئے بلکہ ہمیشہ کیلئے اور نہ صرف اُن کیلئے بلکہ دنیا کی دوسری اقوام کیلئے بھی عزت، شرف، امن اور ترقی کا موجب تھا۔ اُدھر مکہ کے لوگ اِسلام کے خلاف باقاعدہ جنگ کی تیاریاں کرنے میں مشغول تھے جس کا نتیجہ بدر کی جنگ کی صورت میں ظاہر ہوا۔ (جاری)

(نبیوں کا سردارؐ صفحہ 72 تا 78، مطبوعہ قادیان 2014ء)

سیرت المہدی

(از حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم.اے. رضی اللہ عنہ)

(102) **بسم اللہ الرحمن الرحیم** ۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ حضرت خلیفہ اوّل بیان کیا کرتے تھے کہ جب میں پہلی دفعہ قادیان آیا تو یہاں چھوٹی مسجد کے پاس جو چوک ہے اس میں یکہ پر سے اترا اور پھر میں نے یکہ والے سے یا شاید فرمایا کسی سے پوچھا کہ مرزا صاحب کہاں ہیں؟ اس وقت مرزا امام الدین اور مرزا نظام الدین اپنے صحن میں چارپائیوں پر مجلس لگائے بیٹھے تھے اس نے ان کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ وہ ہیں۔ میں نے ادھر دیکھا تو میرا دل بیٹھ گیا اور میں نے یکہ والے سے کہا ابھی نہ جاؤ ذرا ٹھہر جاؤ شاید مجھے ابھی واپس جانا پڑے۔ پھر میں آگے بڑھ کر اس مجلس میں گیا لیکن میرے دل میں ایسا اثر تھا کہ میں جا کر بغیر سلام کئے چارپائی پر بیٹھ گیا۔ مرزا امام الدین یا شاید فرمایا مرزا نظام الدین نے میرا نام پوچھا میں نے بتایا تو انہوں نے کہا کہ آپ شاید مرزا صاحب کو ملنے آئے ہیں۔ مولوی صاحب فرماتے تھے تب میری جان میں جان آئی کہ یہاں کوئی اور مرزا بھی ہے۔ پھر میرے ساتھ انہوں نے ایک آدمی کر دیا جو مجھے چھوٹی مسجد میں چھوڑ گیا۔ اس وقت حضرت صاحب مکان کے اندر تشریف رکھتے تھے آپ کو اطلاع کرائی گئی تو فرمایا میں ظہر کی نماز کے وقت باہر آؤں گا۔ پھر حضور تشریف لائے تو میں ملا۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ حضرت مولوی صاحب براہین احمدیہ کے زمانہ میں یہاں آئے تھے اور مولوی شیر علی صاحب بیان کرتے تھے کہ حضرت صاحب نے کہیں لکھا ہے کہ میں دعا کیا کرتا تھا کہ خدا مجھے موسیٰ کی طرح ہارون عطا کرے پھر جب مولوی صاحب آئے تو میں نے دیکھتے ہی پہچان لیا کہ ھٰذا دعائی۔

(خاکسار عرض کرتا ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ نے آئینہ کمالات اسلام میں اپنی اس دعا کا ذکر کیا ہے مگر حضرت موسیٰ اور ہارون کی مثال اس جگہ نہیں دی اور عجیب بات ہے کہ جیسا کہ حضرت مولوی صاحب کی تحریر مندرجہ کرامات الصادقین میں درج ہے۔ حضرت مولوی صاحب کو بھی اپنی طرف کسی ایسے مرد کامل کی تلاش تھی جو اس پُرآشوب زمانہ کے فتنوں کا مقابلہ کر سکے اور اسلام کو دوسرے مذاہب پر غالب کر کے دکھا سکے)

(103) **بسم اللہ الرحمن الرحیم** ۔ بیان کیا کرتے تھے حضرت خلیفہ اوّل کہ جب میں جموں کی ملازمت سے فارغ ہو کر بھیرہ آیا تو میں نے بھیرہ میں ایک بڑا مکان تعمیر کرانا شروع کیا اور اس کے واسطے کچھ سامان عمارت خریدنے کیلئے لاہور آیا۔ لاہور آ کر مجھے خیال آیا کہ چلو قادیان بھی ایک دن ہوتے آویں۔ خیر میں یہاں آیا۔ حضرت صاحب سے ملا تو حضور نے فرمایا مولوی صاحب اب تو آپ ملازمت سے فارغ ہیں امید ہے کچھ دن یہاں ٹھہریں گے۔ میں نے عرض کیا ہاں حضور ٹھہروں گا۔ پھر چند دن کے بعد فرمانے لگے مولوی صاحب آپ کو اکیلے تکلیف ہوتی ہوگی اپنے گھر والوں کو بھی یہاں بلا لیں۔ میں نے گھر والوں کو بھیرہ خط لکھ دیا کہ عمارت بند کرا دو اور یہاں چلے آؤ۔ پھر ایک موقع پر حضرت صاحب نے مجھے فرمایا کہ مولوی صاحب اب آپ اپنے پچھلے وطن بھیرہ کا خیال بھی دل میں نہ لاویں۔ مولوی صاحب فرماتے تھے کہ میں دل میں بہت ڈرا کہ یہ ہوسکتا ہے کہ میں وہاں کبھی نہ جاؤں مگر یہ کس طرح ہوگا کہ میرے دل میں بھی بھیرہ کا خیال نہ آوے مگر مولوی صاحب فرماتے تھے کہ خدا کا ایسا فضل ہوا کہ آج تک میرے دل میں کبھی یہ خیال نہیں آیا کہ بھیرہ بھی میرا وطن ہوتا تھا۔ (خاکسار عرض کرتا ہے کہ حضرت مولوی صاحب غالباً جموں کی ملازمت سے 1891ء یا 1892ء میں فارغ ہوئے تھے اور 1892ء یا 1893ء میں قادیان آ گئے تھے)

(104) **بسم اللہ الرحمن الرحیم** ۔ بیان کیا مجھ سے مولوی شیر علی صاحب نے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے تھے کہ ہماری جتنی عربی تحریریں ہیں یہ سب ایک رنگ کی الہام ہی ہیں کیونکہ سب خدا کی خاص تائید سے لکھی گئی ہیں۔ فرماتے تھے بعض اوقات میں کئی الفاظ اور فقرے لکھ جاتا ہوں مگر مجھے ان کے معنے نہیں آتے پھر لکھنے کے بعد لغت دیکھتا ہوں تو پتہ لگتا ہے۔ نیز مولوی صاحب موصوف بیان کرتے ہیں کہ حضرت صاحب عربی کتابوں کی کاپیاں اور پروف حضرت خلیفہ اوّل اور مولوی محمد احسن صاحب کے پاس بھی بھیجا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ اگر کسی جگہ اصلاح ہو سکے تو کر دیں۔ حضرت خلیفہ اوّل تو پڑھ کر اسی طرح واپس فرما دیتے تھے لیکن مولوی محمد احسن صاحب بڑی محنت کر کے اس میں بعض جگہ اصلاح کے طریق پر لفظ بدل دیتے تھے۔ مولوی شیر علی صاحب بیان کرتے ہیں کہ حضرت مسیح موعودؑ نے ایک وقت فرمایا کہ مولوی محمد احسن صاحب اپنی طرف سے تو اصلاح کرتے ہیں مگر میں دیکھتا ہوں کہ میرا لکھا ہو الفظ زیادہ برمحل اور فصیح ہوتا ہے اور مولوی صاحب کا لفظ کمزور ہوتا ہے لیکن میں کہیں کہیں ان کا لکھا ہوا لفظ بھی رہنے دیتا ہوں تا ان کی دل شکنی نہ ہو کہ ان کے لکھے ہوئے سب الفاظ کاٹ دیئے ہیں۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ کا قاعدہ تھا کہ عربی کتب کی کاپیاں اور پروف سلسلہ کے علماء کے پاس یہ کہہ کر بھجوا دیتے تھے کہ دیکھو کوئی اصلاح ہو سکے تو کر دو اور اس کارروائی سے ایک مطلب آپ کا یہ بھی ہوتا تھا کہ یہ لوگ اس طریق سے حضور کی تصانیف پڑھ لیں اور حضور کی تعلیم اور سلسلہ سے واقف رہیں۔ یہ خاکسار کا اپنا خیال ہے کسی روایت پر مبنی نہیں۔

(105) **بسم اللہ الرحمن الرحیم** ۔ بیان کیا مجھ سے حافظ روشن علی صاحب نے کہ حضرت مسیح موعودؑ نے جن دنوں میں آیَا اَرْضَ مُدٍّ قَدْ دَفَاكِ مُدَمِّرُ والا قصیدہ اعجاز احمدی میں لکھا تو اسے دوبارہ پڑھنے پر باہر آ کر حضرت خلیفہ اوّل سے دریافت فرمانے لگے کہ مولوی صاحب کیا آیَا بھی ندا کیلئے آتا ہے؟ عرض کیا گیا ہاں حضور بہت مشہور ہے۔ فرمایا شعر میں لکھا گیا ہے ہمیں خیال نہیں تھا۔ نیز حافظ صاحب بیان کرتے ہیں کہ کئی دفعہ حضور فرماتے تھے کہ بعض الفاظ خود بخود ہمارے قلم سے لکھے جاتے ہیں اور ہمیں ان کے معنی معلوم نہیں ہوتے۔ حافظ صاحب کہتے ہیں کہ کئی دفعہ حضرت صاحب سے ایسا محاورہ لکھا جاتا تھا کہ جس کا عام لغت میں بھی استعمال نہ ملتا تھا لیکن پھر بہت تلاش سے پتا چل جاتا تھا۔

(106) **بسم اللہ الرحمن الرحیم** ۔ بیان کیا مجھ سے مولوی ذوالفقار علی خان صاحب نے کہ جب کرم دین کے مقدمہ کیلئے حضرت صاحب گورداسپور میں تھے تو وہاں آپ کے پاس الہ آباد کے تین غیر احمدی مہمان آئے جن میں سے ایک کا نام مولوی الٰہی بخش تھا۔ ان کی حضرت صاحب سے گفتگو ہوتی رہی آخر وہ قائل ہو گئے۔ ایک دفعہ جب حضرت صاحب مکان کے صحن میں ٹہل رہے تھے اور مولوی الٰہی بخش صاحب بھی ساتھ ساتھ پھرتے تھے۔ مولوی الٰہی بخش صاحب نے حضرت صاحب سے کہا کہ اگر میں نے بیعت کر لی تو میرے ساتھ اور بہت سے لوگ بیعت کریں گے۔ حضرت صاحب چلتے چلتے ٹھہر گئے اور آپ کا چہرہ سرخ ہو گیا اور آپ نے فرمایا مجھے کیا پروا ہے یہ خدا کا کام ہے وہ خود لوگوں کی گردنیں پکڑ پکڑ کر میرے پاؤں پر گرائے گا۔ اور گرا رہا ہے۔ خان صاحب کہتے تھے کہ مولوی الٰہی بخش صاحب نے یہ الفاظ ایسے طریق پر کہے تھے جس میں کچھ احسان پایا جاتا تھا۔ خان صاحب بیان کرتے تھے کہ دوسرے دن جب مولوی صاحب اور ان کے ساتھی واپس جانے لگے تو حضرت صاحب سے ملنے آئے۔ میں بھی وہیں تھا میں نے مولوی صاحب سے پوچھا کہیئے مولوی صاحب اب کوئی اعتراض تو باقی نہیں رہا۔ مولوی صاحب نے کہا نہیں میری تسلی ہو گئی ہے۔ میں نے کہا تو پھر بیعت؟ حضرت صاحب نے فرمایا خان صاحب یہ کہنا آپ کا حق نہیں ہے۔ ہمارا کام پہنچا دینا ہے آگے ماننا یا نہ ماننا ان کا کام ہے۔ خیر وہ واپس چلے گئے۔ تیسرے چوتھے دن حضرت صاحب قادیان آئے اور میں بھی آیا تو حضور نے مجھے بلا کر مسکراتے ہوئے اپنے رومال سے ایک پوسٹ کارڈ کھولا اور میری طرف پھینکا اور فرمایا تحصیلدار صاحب! آپ جلدی کرتے تھے لیجیئے ان کا خط آ گیا ہے۔ میں نے خط دیکھا تو مولوی الٰہی بخش صاحب کا تھا اور پنسل سے لکھا ہوا تھا جو انہوں نے راستہ میں لکھنؤ سے بھیجا تھا۔ اس میں انہوں نے لکھا تھا کہ میں نے ریل میں بیٹھے ہوئے خیال کیا کہ اب جبکہ مجھ پر حق کھل گیا ہے تو اگر میں راستہ میں ہی مر جاؤں تو خدا کو کیا جواب دوں گا اس لئے میں حضور کے سلسلہ میں داخل ہوتا ہوں میری بیعت قبول فرمائی جاوے۔ حضرت صاحب نے فرمایا کہ جب آدمی الگ ہوتا ہے تو پھر اسے سوچنے کا اچھا موقعہ ملتا ہے اور گذشتہ باتوں پر غور کر کے وہ کسی نتیجہ پر پہنچ سکتا ہے۔

(108) **بسم اللہ الرحمن الرحیم** ۔ بیان کیا مجھ سے قاضی امیر حسین صاحب نے کہ ایک دفعہ ہم نے حضرت صاحب سے دریافت کیا کہ حضور حدیث میں آتا ہے کہ سب نبیوں نے بکریاں چرائی ہیں کیا کبھی حضور نے بھی چرائی ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ ہاں میں ایک دفعہ باہر کھیتوں میں گیا وہاں ایک شخص بکریاں چرا رہا تھا اس نے کہا کہ میں ذرا ایک کام جاتا ہوں آپ میری بکریوں کا خیال رکھیں مگر وہ ایسا گیا کہ بس شام کو واپس آیا اور اسکے آنے تک ہمیں اس کی بکریاں چرانی پڑیں۔

(سیرۃ المہدی، جلد 1، مطبوعہ قادیان 2007)

......☆......☆......☆......

ارشاد حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس

’’اگر آپ زندگی چاہتے ہیں تو خلافت احمدیہ کے ساتھ
اخلاص اور وفا کے ساتھ چمٹ جائیں، پوری طرح اس سے وابستہ ہو جائیں کہ
آپ کی ہر ترقی کا راز خلافت سے وابستگی میں ہی مضمر ہے‘‘
(مشعل راہ جلد پنجم حصہ اوّل صفحہ 142)

طالب دعا: افراد خاندان مکرم شیخ رحمۃ اللہ صاحب (جماعت احمدیہ سورو، صوبہ اڈیشہ)

ارشاد حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس

’’مریضوں کی عیادت کرنا بھی خدا تعالیٰ کے قرب کو
پانے کا ہی ایک ذریعہ ہے ہمیں اس طرف توجہ دینی چاہئے‘‘
(مشعل راہ جلد پنجم حصہ سوم صفحہ 166)

طالب دعا: عبد الرحمن خان (جماعت احمدیہ بنگال، صوبہ اڈیشہ)

اسلام نے عورت کے حقوق و فرائض کی ادائیگی کی بھی اسی طرح تلقین فرمائی ہے جس طرح مردوں کے حقوق و فرائض کی

اپنی نسلوں کی اٹھان ایسے نیک اور پاک ماحول میں کریں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف جھکنے والے ہوں

(اپنے ماحول اور گھروں کو جنت نظیر بنانے کیلئے عورتوں کو نہایت اہم نصائح)

سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا 5/جون 2004ء کو جلسہ سالانہ ہالینڈ کے موقع پر مستورات سے خطاب

اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ
وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَ رَسُوْلُہٗ
اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ۔
بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔
اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔
مٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ۔ اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ۔
اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ۔
صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ
غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ۔

آج میں یہاں خواتین کو چند باتوں کی طرف مختصراً توجہ دلاؤں گا۔ کیونکہ معاشرہ میں اور خاص طور پر اسلامی معاشرہ میں مردوں اور عورتوں دونوں کا اپنا اپنا کردار ہے اس لئے اسلام نے عورت کے حقوق و فرائض کی ادائیگی کی بھی اسی طرح تلقین فرمائی ہے جس طرح مردوں کے حقوق و فرائض کی۔ عورت ہی ہے جسکی گود میں آئندہ نسلیں پروان چڑھتی ہیں اور عورت ہی ہے جو قوموں کے بنانے یا بگاڑنے میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جس طرح کھول کر عورتوں کے حقوق و فرائض کے بارے میں فرمایا ہے اور قرآن کریم کی تعلیم کی روشنی میں جس طرح تقویٰ پر چلتے ہوئے اپنے گھروں میں اپنے بچوں کو اسلام کی خوبصورت تعلیم کے مطابق تربیت دینے کی طرف توجہ دلائی ہے، اگر عورتیں اس ذمہ داری کو سمجھ لیں تو احمدیت کے اندر بھی ہمیشہ حسین معاشرہ قائم ہوتا چلا جائے گا اور پھر اسکا اثر آپ کے گھروں تک ہی محدود نہیں رہے گا، جماعت کے اندر تک ہی محدود نہیں رہے گا بلکہ اس کا اثر گھروں سے باہر بھی ظاہر ہوگا۔ اس کا اثر جماعت کے دائرہ سے نکل کر معاشرہ پر بھی ظاہر ہوگا اور اس کا اثر گلی گلی اور شہر شہر اور ملک ملک ظاہر ہوگا۔ اور وہ انقلاب جو حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام ہم میں پیدا کرنا چاہتے ہیں اور اسلام کی جس خوبصورت تعلیم کا علم دے کر اللہ تعالیٰ نے آپ کو بھیجا ہے اس تعلیم کو دنیا میں پھیلانے اور اسلام کا جھنڈا دنیا میں گاڑنے میں اور جلد از جلد تمام دنیا کو آنحضرت ﷺ کے جھنڈے تلے جمع کرنے میں ہم تبھی کامیاب ہو سکتے ہیں جب احمدی عورت اپنی ذمہ داری کو سمجھے، اپنے مقام کو سمجھ لے اور اپنے فرائض کو سمجھ لے اور اس کے مطابق اپنا کردار ادا کرنے کی کوشش کرے۔

وہ ذمہ داریاں کیا ہیں؟ اس کے بارے میں مَیں مختصراً کچھ کہوں گا۔ پہلی بات تو یہی ہے جیسا کہ مَیں نے کہا کہ نئی نسل کی تربیت کی ذمہ داری ماؤں پر ہوتی ہے بلکہ بچے کی پیدائش سے پہلے ہی یہ ذمہ داری شروع ہو جاتی ہے کیونکہ جب بچے کی پیدائش کی امید ہو تو اگر اس وقت سے ہی مائیں دعائیں شروع کر دیں اور ایک تڑپ کے ساتھ دعائیں شروع کر دیں تو پھر وہ دعائیں اس بچے کی تمام زندگی تک، جوانی سے لے کر بڑھاپے تک اس کا ساتھ دیتی ہیں اور جب ایسی تڑپ کے ساتھ مائیں بچوں کیلئے دعائیں کر رہیں ہوں گی ان کی پیدائش سے پہلے ہی قرآنی حکم کے مطابق یہ دعا کر رہی ہوں گی کہ بچہ نیک ہو، صالح ہو اور خدا کے نام کی سربلندی کیلئے کوشاں رہنے والا ہو، اس کا عبادت گزار ہو، اسکے احکامات پر عمل کرنے والا ہو تو وہ مائیں خود ایک احساس ذمہ داری کے ساتھ اپنے عمل کو بھی درست کر رہی ہوں گی۔ ان کو علم ہوگا کہ اگر ہم صرف دعائیں کر رہی ہیں اور عمل نہیں کر رہیں تو نہ وہ دعائیں مقبول ہیں، نہ ان دعاؤں کا کوئی اثر بچوں پر ہونا ہے نہ اس تربیت کا کوئی اثر بچوں پر ہونا ہے۔ ان کو یہ بھی احساس ہوگا کہ ہم نے اپنی نئی نسل کو دنیا کی غلاظتوں سے بچانا ہے۔ ہم نے یہ نگرانی رکھنی ہے کہ ہمارے بچے دنیا کی غلاظتوں کی دلدل میں پھنس نہ جائیں۔ ہمیں اپنے قول و فعل کو بھی ہر قسم کے تضاد سے بچانا ہے تا کہ صحیح طور پر تربیت ہو سکے۔ ہمیں بھی، بچے کی پیدائش کے بعد اب دعاؤں سے رک نہیں جانا بلکہ مستقلاً اپنے بچوں کی بھلائی اور تربیت کی خاطر اپنے پیدا کرنے والے کی عبادت کرنی ہے اور اس طرح عبادت کرنی ہے جو عبادت کرنے کا حق ہے۔ اپنے اعمال بھی اس طرح ڈھالنے ہیں جس طرح اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے۔ جب اس طرح بچوں کی تربیت ہو رہی ہو گی تو وہ کبھی تباہی کی طرف جانے والے نہیں ہوں گے۔ وہ نمازوں کی طرف بھی توجہ دینے والے ہوں گے، وہ جماعتی نظام سے بھی وابستہ رہنے والے ہوں گے اور اس کی پابندی کرنے والے ہوں گے۔ وہ خلافت سے بھی محبت کرنے والے ہوں گے۔ اور پھر اس طرح سے اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو حاصل کرنے والے ہوں گے اور اسکے فضلوں کے وارث ہوں گے۔ مجھے امید ہے کہ آپ اس بنیادی نکتہ کو سمجھتے ہوئے کبھی بھی اپنی دعاؤں سے غافل نہیں ہوں گی۔ یورپ کا دنیا داری کا ماحول کبھی آپ کو اپنے خدا سے غافل کرنے والا نہیں ہوگا۔ آپ اپنی روایات کی حفاظت کرنے والی ہوں گی۔ اور وہ روایات کیا ہیں؟۔ آپ مشرقی معاشرہ سے ہیں اس کی جو اچھی روایات ہیں وہ اپنائیں اور جو اِس معاشرہ کی اچھی روایات ہیں وہ بھی اپنائیں۔ کیونکہ اگر وہ اچھی روایات ہیں اور اسلامی تعلیم کے مطابق ہیں تو مومن کی گمشدہ چیز کی طرح وہ آپ کی چیز ہیں۔ لیکن ہر روایت اپنانے والی نہیں ہوتی۔ اور اگر اسی طرح اپنی روایات کی حفاظت کرتے ہوئے، آپ اپنی عبادات کی بھی حفاظت کرنے والی ہوں گی، آپ اپنے خاوندوں کے گھروں کی حفاظت کرنے والی ہوں گی، کیونکہ عورت اپنے خاوند کے گھر کی بھی نگران ہے اور یہ نگرانی بچوں کی تربیت سے لے کر گھر کے امور چلانے تک سب پر حاوی ہے۔ خاوندوں کی کمائی کا بہترین مصرف کرنے والی ہوں گی۔ اُسے جائز ضروریات پر خرچ کرنے والی ہوں گی۔ ان کی کمائی کے اندر رہ کر، اپنے وسائل کے اندر رہ کر اپنے اخراجات پورے کرنے والی ہوں گی نہ کہ دوسروں کی دیکھا دیکھی اور ان کی نقل میں اپنے ہاتھوں کو بھی غیر ضروری دنیا داری کے معاملات کیلئے کھول لیں۔ مردوں سے کبھی غیر ضروری مطالبات کرنے والی نہیں ہوں گی۔ جائز ضروریات کیلئے آپ کا مطالبہ بھی جائز ہوگا اور مردوں کو اس کا پورا کرنا بھی ضروری ہوگا، اور ہونا چاہئے۔ ایسے مطالبے نہ ہوں جو مرد کو قرض لینے پر مجبور کر دیں اور جب ایسی صورت ہو گی اور قرض لینے کے معاملے میں ایک دفعہ یہ جھاکا ہوتا ہے کھل جائے گا تو پھر کھلتا ہی چلا جائے گا۔ اور پھر اس کی کوئی حد نہیں ہوتی۔ قرض کی دلدل میں اگر ایک دفعہ آدمی پھنس جائے تو پھر پھنستا ہی چلا جاتا ہے۔ اس لئے اپنے گھروں کو سلیقہ سے، سگھڑاپے سے سنواریں۔ اپنے خاوندوں کا بھی خیال رکھیں اور اپنی اولادوں کا بھی خیال رکھیں اور اس طرح اپنے گھروں کو جنت نظیر بنائیں۔ ایک ایسا نمونہ بنائیں کہ نظر آئے کہ یہ ہر طرح سے ایک خوشحال گھرانہ ہے اور سکون ہے اس گھر میں۔

عورت کا یہ مقام ہمیشہ یاد رکھیں جو آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جنت ماؤں کے قدموں تلے ہے۔ اس کا یہی مطلب ہے کہ اپنی نسلوں کی اٹھان ایسے نیک اور پاک ماحول میں کریں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف جھکنے والے ہوں اور ان کی نیکی کو دیکھتے ہوئے دنیا بھی کہے کہ اس بچے کو اسکی ماں نے واقعی جنتی بنا دیا ہے۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے عورتوں کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا: ’’تقویٰ اختیار کرو۔ دنیا سے اور اس کی زینت سے بہت دل مت لگاؤ‘‘۔ یعنی دنیا میں رہ رہے ہیں، اس کی جو ضروریات ہیں ان کو حاصل کرنے میں کوئی حرج نہیں لیکن اتنا دل نہ لگاؤ کہ صرف دنیا ہی دنیا تمہارے دلوں میں رہ جائے۔ ’’قومی فخر مت کرو۔‘‘ بعضوں کو قوم کا خاندان کا فخر ہوتا ہے۔ فرمایا: ’’قومی فخر مت کرو۔ کسی عورت سے ٹھٹھا ہنسی مت کرو۔‘‘ کسی دوسری کا مذاق اس لئے نہ اڑاؤ کہ وہ تمہارے سے علم میں کم ہے یا تمہارے سے پیسہ میں کم ہے، تمہارے سے دولت میں کم ہے۔ یا اسکی اولاد نہیں ہے، یا اسکی اور کوئی کمزوری دیکھ کر اس پر اس کا ٹھٹا یا مذاق کیا جائے۔

پھر فرمایا کہ: ’’خاوندوں سے وہ تقاضے نہ کرو جو ان کی حیثیت سے باہر ہیں۔ کوشش کرو کہ تا تم معصوم اور پاک دامن ہونے کی حالت میں قبروں میں داخل ہو۔ خدا کے فرائض نماز، زکوٰۃ وغیرہ میں سستی مت کرو۔‘‘ اب نماز بھی فرض ہے ہر ایک پہ، نماز ادا کرنی چاہئے اور یہی مَیں نے پہلے بھی کہا کہ عملی نمونہ ہوگا تو بچے بھی دیکھ کر اس طرف توجہ دیں گے۔ پھر زکوٰۃ ہے ہر عورت کے پاس زیور ہوتا ہے اس کا جائزہ لے کر شرح کے مطابق زکوۃ دینے کی طرف بھی کوشش کرنی چاہئے۔ پھر فرمایا کہ: ’’اپنے خاوندوں کی دل و جان سے مطیع رہو۔‘‘ انکی اطاعت کرتی رہو۔ ’’بہت سا حصہ انکی عزت کا تمہارے ہاتھ میں ہے‘‘ یعنی خاوندوں کی عزت کا بہت حصہ تمہارے ہاتھ میں بھی ہے۔ ’’سو تم اپنی اس ذمہ داری کو ایسی عمدگی سے ادا کرو کہ خدا کے نزدیک صالحات، قانتات میں گنی جاؤ۔‘‘

(کشتیٔ نوح، روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 80-81)

یہاں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے سب سے پہلے تقویٰ کا ذکر فرمایا ہے اس بارے میں آپ مزید فرماتے ہیں کہ ’’تقویٰ کے بہت سے اجزاء ہیں، عُجب، خود پسندی، مال حرام سے پرہیز اور بد اخلاقی سے بچنا بھی تقویٰ ہے۔‘‘

(ملفوظات جلد اول صفحہ 81)

یعنی عُجب سے بچنا، خود پسندی سے بچنا، حرام مال سے بچنا اور بد اخلاقی سے بھی بچنا یہ سب تقویٰ ہیں اور بعض عورتوں میں عُجب بہت زیادہ ہوتا ہے۔ عُجب کا مطلب ہے کہ غرور اور تکبر۔ اگر چند پیسے دوسرے سے زیادہ ہاتھ میں آ گئے تو اپنے آپ کو کچھ سمجھنے لگ

گئیں۔ اگر کسی بہتر خاندان کی ہیں تو اسی پر تکبر ہے۔ اگر علم کچھ زیادہ ہے تو اسی پر گھمنڈ ہے۔ غرض کہ ہر معاملہ میں صرف اپنے پر ہی نظر رکھتی ہیں، کسی کو کچھ سمجھنا ہی نہیں۔ ہر وقت اپنے آپ کو ایسے ٹولے یا گروہ میں گھیرے رکھنا جو یا تو اس کے خوشامدیوں کا گروہ ہو، ہر وقت ان کی تعریف کرنے والا ہو یا ان کی ہاں میں ہاں ملانے والا ہو، یا پھر ایسی قماش کے، ایسی طبیعت کے لوگوں میں اٹھنا بیٹھنا ہو جو ایسی طبیعت رکھتے ہوں جن میں عُجب ہو اور خود پسندی ہو۔ جیسی ان کی اپنی طبیعت ہے ایسی ان عورتوں کی بھی ہو۔ دوسرے کا ہنسی ٹھٹھا اڑانے والی ہو۔ تو ایسے لوگ، ایسی عورتیں پھر عہدہ داران کو بھی ایسی ہی نظر سے دیکھنے لگتی ہیں۔ ان کو بھی اسی طرح دیکھنے والی ہوتی ہیں۔ ان کے دل میں ان عہدیداران کی بھی کوئی عزت نہیں ہوتی۔ نہ وہ لجنہ کی کسی عہدہ دار کو کچھ سمجھ رہی ہوتی ہیں، نہ لجنہ کی صدر کو، نہ امیر کو اور پھر نظام جماعت کی بھی ان کے دل میں کوئی وقعت نہیں ہوتی۔ پھر آہستہ آہستہ خلافت کے ادب و احترام سے بھی پیچھے ہٹ جاتی ہیں اور جماعت سے بھی پیچھے ہٹ جاتی ہیں۔ تو فرمایا کہ عُجب جو ہے جب یہ تم میں پیدا ہو گا تو خود پسندی پیدا ہو گی اور ہر وقت یہی دل چاہے گا کہ لوگ میری ہاں میں ہاں ملائیں، مجھے ہی دوسروں سے بہتر سمجھیں۔ ایک مقولہ ہے فارسی کا ’’خود پسندی دلیلِ نادانی است‘‘ کہ اپنی تعریف کرنے والا اور کرانے والا بے وقوف ہی ہے۔ یعنی ہر وقت جس کو اپنی تعریف کی فکر رہے اور ہر وقت اپنی تعریف ہی کرتا رہے اس کی بے وقوفی کیلئے یہی دلیل کافی ہے۔ اس لئے اپنی اور اپنی نسلوں کی روحانی بقا اگر چاہتی ہیں، روحانی زندگی اگر چاہتی ہیں اور یہ چاہتی ہیں کہ آپ کو خدا کا پیار حاصل ہو تو ان دنیا داری کی باتوں کو چھوڑ دیں اور حقیقی تقویٰ کی راہوں پر چلیں۔ اللہ تعالیٰ کا خوف اپنے دلوں میں پیدا کریں، لوگوں سے محبت اپنے دلوں میں پیدا کریں۔ خود غرضی اور تکبر سے بچیں۔ نہ خاندانی وجاہت، نہ مال، نہ دولت آپ کو اس بیماری میں مبتلا کرے۔ اگر نہیں بچیں گی تو یہی حرکات جو ہیں بداخلاقیوں کے گڑھوں میں دھکیلتی چلی جائیں گی، بدیوں کے گڑھوں میں دھکیلتی چلی جائیں گیں۔ اور تقویٰ کا پھر آپ سے دُور کا بھی واسطہ نہیں رہے گا۔ پھر آپ کا بیعت کرنے کا مقصد ہی ختم ہو جائے گا۔ حضرت اقدس مسیح موعودؑ کی جماعت میں شامل ہونے کا دعویٰ ہی جھوٹا ہو جائے گا۔ حضرت اقدس مسیح موعودؑ فرماتے ہیں پھر ایسا شخص مجھ سے کاٹا جائے گا، مجھ سے علیحدہ ہو جائے گا۔ پس دعائیں کرتے ہوئے جہاں اللہ تعالیٰ کے حضور جھکنے والی بنیں، اسکی پناہ میں آنے والی بنیں، اپنی نسلوں کی تربیت کرنے والی بنیں، اپنے خاوندوں کے حقوق ادا کرنے والی بنیں وہاں اپنی دوسری احمدی بہنوں کو بھی بہنیں سمجھیں۔ ان کی بھی عزت واحترام کریں، ان کو کبھی تحقیر کی نظر سے نہ دیکھیں۔ اپنے دلوں کو جوڑیں۔ کبھی ایک دوسرے کی ٹانگ کھینچنے کی کوشش نہ کریں۔ بعض دفعہ بعضوں کو عادت ہوتی ہے کہ کسی طرح کسی کی برائی کو اچھالا جائے۔ کبھی کسی کی برائی کو اچھالنا نہیں چاہئے بلکہ پردہ پوشی کرنی چاہئے۔ اور ہمیشہ تقویٰ پر قدم مارتے ہوئے اللہ تعالیٰ کا خوف، اس کی خشیت دلوں میں پیدا کریں۔ اللہ تعالیٰ سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔

آج کل آپ یہاں جلسہ پر آئی ہوئی ہیں تو یاد رکھیں کہ یہ خالصتاً دینی اجتماع ہے۔ ایک بہت بڑا مقصد ان جلسوں کا اپنی روحانیت میں اضافہ کرنا ہے۔ قرآن وحدیث کی باتیں سننا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی عبادت کی طرف زیادہ توجہ پیدا کرنا ہے۔ اپنے ان بہنوں بھائیوں سے ملنا ہے جن سے ملنے کے بعض دفعہ موقعے نہیں ملتے۔ اس لئے ان دنوں میں خاص طور پر تمام دنیاوی باتوں کو چھوڑ کر صرف اور صرف دعاؤں پر زور دیں اور اسی کی طرف توجہ کریں۔ اللہ تعالیٰ سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔ اللہ کرے کہ آپ سب وہ مقصد حاصل کرنے والی ہوں جس کیلئے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے ان جلسوں کا انعقاد فرمایا تھا۔ اور ہم سب محض اور محض اللہ تعالیٰ کے فضل سے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی دعاؤں کے وارث بنیں۔ آمین۔

(بشکریہ اخبار الفضل انٹرنیشنل 22/جولائی 2005)

......☆......☆......☆......

نمود کیلئے بڑی بڑی رقم مہر میں باندھنا

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

’’ہمارے ملک میں یہ خرابی ہے کہ نیت اور ہوتی ہے اور محض نمود کیلئے لاکھ لاکھ روپے کا مہر ہوتا ہے۔ صرف ڈراوے کیلئے یہ لکھا جایا کرتا ہے کہ مرد قابو میں رہے اور اس سے پھر دوسرے نتائج خراب نکل سکتے ہیں۔ نہ عورت والوں کی نیّت لینے کی ہوتی ہے اور نہ خاوند کی دینے کی۔ میرا مذہب یہ ہے کہ جب ایسی صورت میں تنازعہ آپڑے تو جب تک اس کی نیت ثابت نہ ہو کہ ہاں رضاورغبت سے وہ اسی قدر مہر پر آمادہ تھا جس قدر کہ مقرر شدہ ہے تب تک مقررہ مہر نہ دلایا جاوے اور اس کی حیثیت اور رواج وغیرہ کو مدّنظر رکھ کر پھر فیصلہ کیا جاوے کیونکہ بدنیتی کی اتباع نہ شریعت کرتی ہے اور نہ قانون۔‘‘

(ملفوظات، جلد 3، صفحہ 284، مطبوعہ قادیان 2003)

(انچارج شعبہ رشتہ ناطہ، نظارت اصلاح ارشاد مرکزیہ قادیان)

بقیہ اداریہ از صفحہ نمبر 2

جیسا کہ ہم نے عرض کیا تھا سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس چیلنج کو اپنی کتاب ازالہ اوہام میں بھی مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کے لئے پیش کیا ہے۔ ازالہ اوہام سے ہم آپؑ کا یہ پُرشوکت چیلنج آپؑ کے پُرشوکت الفاظ ذیل میں درج کرتے ہیں۔ آپؑ مولوی محمد حسین بٹالوی صاحب کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں :

’’آپ نے کہا تھا کہ الدَّجّال سے مراد خاص مسیح الدجال نہیں۔ بلکہ دوسرے دجّالوں کی نسبت بھی صحاح میں الدَّجّال بولا گیا ہے۔ لیکن جب آپ کو کہا گیا کہ یہ سراسر آپ کی غلطی ہے آپ کو حدیث رسول اللہ کا حقیقی علم نصیب نہیں۔ اگر آپ بجز دجّال معہود کے کسی اور کی نسبت یہ لفظ صحاح ستہ میں اطلاق پانا ثابت کر دیں تو آپ کو پانچ روپے بطور تاوان ملیں گے تو آپ ایسے چُپ ہوئے کہ کوئی جواب آپ سے بن نہ پڑا۔‘‘

(ازالہ اوہام رُوحانی خزائن جلد 3 صفحہ 574)

پھر پانچ روپے کے انعام کو دس گنا بڑھاتے ہوئے آپ نے پچاس روپے کر دیا۔ آپؑ نے فرمایا :

’’اور آپ کا یہ عذر کہ الدَّجّال دجّال معہود کا خاص نام نہیں ہے، آپ کی غباوت اور کم علمی پر اوّل درجہ کی شہادت ہے۔ حضرت مولوی صاحب! اگر آپ صحیح بخاری یا مسلم یا کسی اور صحیح سے یہ مجھے ثابت کر کے دکھلا دیں کہ الدَّجّال کا لفظ بجز دجّال معہود کے کسی اور پر بھی صحابہ کے مُنہ سے اطلاق پایا ہے تو میں بجائے پانچ روپے کے پچاس روپے آپ کی نذر کروں گا۔ آپ کیوں اپنی پردہ دری کراتے ہیں۔ چپکے رہیں حقیقت معلوم شد۔

(ایضاً صفحہ 577)

پھر انعام کی رقم پچاس روپے سے بڑھا کر آپؑ نے ایک ہزار روپے کر دی۔ آپؑ نے فرمایا :

’’ایسا ہی اگر مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی یا ان کا کوئی ہم خیال یہ ثابت کر دیوے کہ الدَّجّال کا لفظ جو بخاری اور مسلم میں آیا ہے بجز دجّال معہود کے کسی اور دجّال کے لئے بھی استعمال کیا گیا ہے تو مجھے اس ذات کی قسم ہے جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ میں ایسے شخص کو بھی جس طرح ممکن ہو ہزار روپیہ نقد بطور تاوان دوں گا۔ چاہیں تو مجھ سے رجسٹری کرا لیں یا تمسک لکھا لیں۔‘‘ (ایضاً صفحہ 603)

مولوی محمد حسین بٹالوی صاحب کی بدقسمتی کہ شیطان نے اُنہیں ایک نبی کی مخالفت پر آمادہ کیا۔ یہاں ہم سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اُس عربی شعر کا ترجمہ آپؑ کے ہی الفاظ میں پیش کرتے ہیں جو مستقل ہم نے عنوان میں رکھا ہوا ہے کہ ’’جو کچھ دُنیا میں ہے ان سب سے بدتر زہریں ہیں اور زہروں میں سے بدتر صلحاء کی دشمنی ہے۔‘‘ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مخالفت کے بعد محمد حسین بٹالوی کی ساری عزت خاک میں مل گئی اور پوری زندگی سوائے ذلت اور رُسوائیوں کے اُنہیں کچھ حاصل نہیں ہوا۔

آئندہ انشاء اللہ ہم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک اَور انعامی چیلنج قارئین کی خدمت میں پیش کرینگے۔ (منصور احمد مسرور)

......☆......☆......☆......

شعبہ نور الاسلام کے تحت

اس ٹول فری نمبر پر فون کر کے آپ مسلم جماعت احمدیہ کے بارے میں معلومات حاصل کر سکتے ہیں

ٹول فری نمبر : 1800 103 2131

اوقات: روزانہ صبح 8:30 بجے سے رات 10:30 بجے تک (جمعہ کے روز تعطیل)

ارشاد حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس

ہر احمدی خواہ وہ کسی میدان میں بھی ہو
وہ سچائی اختیار کرے اور دوسروں سے اس میں ممتاز ہو۔

(مشعل راہ جلد پنجم حصہ اوّل صفحہ 142)

طالب دعا: مصدق احمد، نائب امیر جماعت احمدیہ بنگلور، کرناٹک

ارشاد حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس

صحیح عبادت کرنے والا وہی ہے
جو اپنی اولاد میں بھی یہی نیکی قائم رکھتا ہے۔

(مشعل راہ جلد پنجم حصہ اوّل صفحہ 144)

طالب دعا: ناصر احمد ایم۔ بی (R.T.O) ولد مکرم بشیر احمد ایم۔ اے (جماعت احمدیہ بنگلور، کرناٹک)

آپ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہئے کہ اس نے آپ کو احمدی گھرانے میں پیدا فرمایا

اعلیٰ معیار نہ صرف اپنے اندر قائم کرنے ہیں بلکہ اپنی نسلوں میں بھی رائج کرنے ہیں
اور جب یہ معیار قائم ہو جائیں گے تو پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ مَیں نے اس کے بدلے میں تمہارے لئے بخشش کا سامان تیار کیا ہے

پردہ کے متعلق اسلامی تعلیم قرآن کریم اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ارشادات کی روشنی میں

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا 3؍جولائی 2004ء کو جلسہ سالانہ کینیڈا کے موقع پر مستورات سے خطاب

اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْكَ لَہٗ
وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ
اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ۔
بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔
اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔
مٰلِكِ یَوْمِ الدِّیْنِ۔ اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَاِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ۔
اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ۔
صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ ۙ
غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ۔

اِنَّ الْمُسْلِمِیْنَ وَالْمُسْلِمٰتِ وَالْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ وَالْقٰنِتِیْنَ وَالْقٰنِتٰتِ وَالصّٰدِقِیْنَ وَالصّٰدِقٰتِ وَالصّٰبِرِیْنَ وَالصّٰبِرٰتِ وَالْخٰشِعِیْنَ وَالْخٰشِعٰتِ وَالْمُتَصَدِّقِیْنَ وَالْمُتَصَدِّقٰتِ وَالصَّآئِمِیْنَ وَالصّٰٓئِمٰتِ وَالْحٰفِظِیْنَ فُرُوْجَھُمْ وَالْحٰفِظٰتِ وَالذّٰکِرِیْنَ اللّٰہَ کَثِیْرًا وَّالذّٰکِرٰتِ اَعَدَّ اللّٰہُ لَھُمْ مَّغْفِرَۃً وَّاَجْرًا عَظِیْمًا

(سورۃ الاحزاب:36)

اس کا ترجمہ یہ ہے کہ: یقیناً مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں اور مومن مرد اور مومن عورتیں اور فرمانبردار مرد اور فرمانبردار عورتیں اور سچے مرد اور سچی عورتیں اور صبر کرنے والے مرد اور صبر کرنے والی عورتیں اور عاجزی کرنے والے مرد اور عاجزی کرنے والی عورتیں اور صدقہ کرنے والے مرد اور صدقہ کرنے والی عورتیں اور روزہ رکھنے والے مرد اور روزہ رکھنے والی عورتیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے مرد اور حفاظت کرنے والی عورتیں اور اللہ کو کثرت سے یاد کرنے والے مرد اور کثرت سے یاد کرنے والی عورتیں۔ اللہ نے ان سب کیلئے مغفرت اور اجر عظیم تیار کئے ہیں۔

احمدی عورت پر اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا احسان ہے کہ اُس نے اُسے اِس زمانے کے امام کو ماننے کی توفیق دی۔ آپ جو اِس وقت یہاں میرے سامنے بیٹھی ہیں آپ میں سے بہت بڑی اکثریت ہے جنہوں نے احمدی ماں باپ کے گھر میں جنم لیا، احمدی ماں باپ کے گھر میں پیدا ہوئیں۔ اس پر بھی آپ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہئے کہ اس نے آپ کو احمدی گھرانے میں پیدا فرمایا اور ایک بہت بڑے ابتلاء سے بچا لیا۔ کیا پتا آپ میں سے کتنی اگر احمدی گھر میں پیدا نہ ہوئی ہوتیں تو ان برکات سے فائدہ بھی اٹھا سکتیں یا نہیں جو اس زمانے کے امام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشق صادق کے ساتھ وابستہ ہیں۔ پس اگر انسان غور کرے تو اس کا رُواں رُواں اللہ تعالیٰ کے اس فضل پر شکر کرنے لگ جاتا ہے۔ یہاں کئی عورتیں ایسی بھی بیٹھی ہیں جنہوں نے خود بیعت کی، اس زمانے کے امام کو پہچانا، بلکہ حقیقت یہ ہے کہ حضرت اقدس محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کو پورا کرنے والی اور آپؐ کے ارشاد پر عمل کرنے والی بنیں اور اپنے ماحول سے، اپنے خاندان سے، اپنے گھر والوں سے ٹکر لے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کی وجہ سے زمانے کے امام کو قبول کیا۔ یقیناً یہ ان کیلئے بہت ہمت اور قربانی کا کام ہے۔ کئی عورتیں مجھے مل چکی ہیں انہوں نے مجھے بتایا کہ انہوں نے خود احمدیت قبول کی اور پھر اپنے خاندان کی طرف سے کیا کیا تکلیفیں ان کو ملیں اور برداشت کرنی پڑیں۔ آپ سب چاہے وہ پیدائشی احمدی ہیں یا خود بیعت کر کے جماعت احمدیہ میں شامل ہوئی ہیں جب تک آپ جماعت احمدیہ کے ساتھ وابستہ ہیں، جب تک حضرت اقدس مسیح موعودؑ کی جماعت کے ساتھ وابستہ ہیں، اللہ کرے کہ یہ وابستگی ہمیشہ قائم رہے اور کبھی ابتلا نہ آئے، اس وابستگی کی وجہ سے بہرحال آپ پر کچھ ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں۔ آپ کی گودوں سے احمدیت کی نسل نے نکل کر دنیا میں پھیلنا ہے اور پھیل رہی ہے۔

اس لئے آپ لوگوں کو اُس عہد کی وجہ سے جو آپ نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس زمانہ کے امام سے کیا ہے، نئی نسل کی تربیت کیلئے اپنے اندر پاک تبدیلیاں پیدا کرنی ہوں گی، اپنے اندر روحانی انقلاب پیدا کرنے ہوں گے، اپنا ایک مطمح نظر بنانا ہوگا، ایک مقصد بنانا ہوگا۔ اور ایک سچے احمدی مسلمان کا مقصد یہی ہے کہ نیکیوں میں آگے بڑھو۔ اِن نیکیوں میں آگے بڑھنے کیلئے آپ کو اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عمل کرنا ہوگا، اس کی بتائی ہوئی تعلیم کے مطابق اپنی زندگیوں کو ڈھالنا ہوگا۔ ایک مومن عورت کی جو خصوصیات اللہ تعالیٰ نے بتائی ہیں وہ اپنے اندر پیدا کرنی ہوں گی۔ اس دنیا کی چکا چوند اور معاشرے کی برائیوں سے اپنے آپ کو بچانا ہوگا۔ اور نہ صرف اپنے آپ کو بچانا ہے بلکہ جماعت احمدیہ کی امانتیں یعنی وہ بچے اور وہ نسلیں جو آپ کی گودوں میں پل رہے ہیں، جن کو اللہ تعالیٰ نے آپ کے سپرد کیا ہے ان کو بھی بچانا ہوگا۔ ان کی تربیت کی طرف بھی اپنی پوری صلاحیتوں کے ساتھ توجہ دینی ہوگی۔

اللہ تعالیٰ نے ایک مومن عورت کی، ایک کامل مسلمان عورت کی، کیا خصوصیات بتائی ہیں جس نے اعلیٰ معیار قائم کرنے ہیں اور نہ صرف اپنے اندر قائم کرنے ہیں بلکہ اپنی نسلوں میں بھی یہ رائج کرنے ہیں اور جب یہ معیار قائم ہو جائیں گے تو پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ خوش ہو کہ مَیں نے اسکے بدلے میں تمہارے لئے بخشش کا سامان تیار کیا ہے اور بہت بڑے انعام تمہارے لئے تیار کئے گئے ہیں جو تمہیں اگلے جہان میں ملیں گے اور ان اعلیٰ معیاروں کی وجہ سے تم زندگی میں بھی اپنے میں اور اپنی نسلوں میں ان کو دیکھو گے۔ اس لئے صرف دنیا کی عارضی رونقوں اور خوشیوں کے پیچھے ہی نہ پڑ جاؤ بلکہ اللہ تعالیٰ نے انسان کی پیدائش کا جو مقصد بیان فرمایا ہے وہ بھی پیش نظر رکھو یہ خصوصیات کیا ہیں۔ مَیں مختصراً ان کا ذکر کرتا ہوں۔

آغاز میں جو مَیں نے آیت پڑھی ہے اس میں فرمایا کہ کامل فرمانبرداری اختیار کرو۔ کیونکہ اسلام نام ہے فرمانبرداری کا۔ جب تم نے بیعت کر لی تو جو احکامات ہیں انکی پوری پابندی کرو۔ نظام جو تمہارے لئے لائحہ عمل بنائے اس پر مکمل طور پر کاربند ہو۔ اس پر مکمل طور پر چلو۔ نظام جماعت کیلئے تمہارے دل میں کبھی کسی قسم کا شک وشبہ یا کسی بھی قسم کا کوئی بال نہ آئے۔ نظام خلافت تمہارے اندر قائم ہے۔ اگر کوئی مسئلہ ایسا ہو بھی تو خلیفۂ وقت کو پیش کرو۔ اگر تم اس طرح اپنی اور اپنی اولادوں کی زندگی گزارنے والی ہو گی تو پھر تم ایمان میں بھی ترقی کرو گی۔ اور جب تم ایمان میں ترقی کرو گی تو روحانیت میں بھی ترقی کر رہی ہو گی اور اسکے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کی ذات کا عرفان اور اس کا قرب بھی حاصل کر رہی ہو گی۔

پھر فرمایا کہ یہ بھی تمہاری خصوصیت ہونی چاہئے کہ تم ہمیشہ سچ بولنے والی ہو۔ کہیں کبھی یہ نہ ہو کہ تمہارا ذاتی مفاد تمہیں سچ سے دور لے جائے۔ اپنا فائدہ حاصل کرنے کیلئے کبھی یہ نہ ہو کہ تم جھوٹ بول جاؤ۔ اگر ایسا ہوا تو پھر تم اپنے دعویٰ میں سچی نہیں۔ یہ بیعت کا اقرار جو تم نے کیا ہے تم اس میں سچی نہیں ہو گی۔ یاد رکھیں اگر ماں میں غلط بیانی کی عادت ہو گی تو بچوں میں بھی وہ عادت لاشعوری طور پر پیدا ہوتی چلی جائے گی۔ اور پھر جب یہ گندی جاگ لگتی ہے تو باقی نیکیوں کو بھی ختم کر دیتی ہے۔ تو سچ کے اعلیٰ معیار قائم کریں بلکہ قول سدید سے کام لیں یعنی اس حد تک سچ بولیں کہ کوئی ایسا لفظ بھی آپ کے منہ سے نہ نکلے جس سے کئی مطلب نکالے جا سکتے ہوں، جو ہوشیاری اور چالاکی سے آپ نے ادا کیا ہوتا کہ ضرورت پڑے تو میں اس سے مُکر جاؤں۔ صاف اور کھری بات کریں۔ لیکن اس کا یہ مطلب بھی نہیں ہے کہ بعض گھریلو مسائل میں بعض ایسی باتیں کی جائیں جو بچوں کو اپنے بڑوں سے پرے ہٹانے والی ہوتی ہیں۔ بعض دفعہ عورتیں بچوں کے سامنے گھر بیٹھ کر ایسی باتیں کر جاتی ہیں کہ جن سے ان کے ساس سسر یا دادا دادی کی کمزوریاں ظاہر ہو جاتی ہیں۔ حالانکہ بات اس طرح نہیں ہوتی جس طرح بیان کی جا رہی ہوتی ہے۔ بلکہ بہو اپنی ناراضگی کی وجہ سے جو اس کو اپنی ساس اور سسر سے ہے توڑ مروڑ کر بات کر رہی ہوتی ہے۔ تو نہ صرف بچوں میں بلکہ جب اس عورت کے میکے میں یہ بات پہنچتی ہے تو پھر دونوں گھروں کے بڑوں میں لڑائیاں شروع ہو جاتی ہیں، رنجشیں پیدا ہونی شروع ہو جاتی ہیں۔ اس لئے سچ یہ ہے کہ بات کرنے سے پہلے اس کا اچھی طرح تجزیہ کرو۔ اور پھر یہ بھی ضروری نہیں کہ اگر وہ برائی کسی بڑے میں ہے بھی تو ضرور اس کا چرچا کیا جائے اور دنیا کو بتایا جائے کہ فلاں بزرگ میں برائی ہے۔ پردہ پوشی کا بھی حکم ہے، لحاظ کا بھی حکم ہے، اپنے خاندان کی عزت اور وقار رکھنے کا بھی حکم ہے۔ سچ کا یہاں یہ مطلب ہے کہ اگر تمہیں کسی ایسے معاملے میں جو نظام جماعت میں پیش ہوتا ہے یا کہیں بھی پیش ہوتا ہے، اپنے خلاف بھی گواہی دینی پڑے یا اپنے رشتہ داروں کے خلاف گواہی دینی پڑے یا اپنے ماں باپ کے خلاف بھی گواہی دینی پڑے تو تم اس وجہ سے پریشان نہ ہو یا جھوٹ نہ بولو کہ اس سے مجھے نقصان پہنچ سکتا ہے یا میرے عزیزوں اور رشتہ داروں کو نقصان پہنچ سکتا ہے۔ بلکہ سچ تو یہ ہے کہ اس گواہی کو پھر حوصلے سے دو۔ قرآن کریم میں تو یہ آیا ہے کہ دشمن کے خلاف بھی ایسی گواہی نہ دو یا دشمن قوم بھی تمہیں جھوٹ بولنے پر مجبور نہ کرے۔

پھر ایک خصوصیت یہ بیان فرمائی کہ صبر بھی ایک بہت بڑی خوبی ہے۔ اگر یہ تمہارے اندر پیدا ہو جائے تو بہت سارے جھگڑے گھریلو بھی، ہمسائیوں کے ساتھ بھی، رشتہ داروں کے ساتھ بھی پیدا ہی نہیں ہوں گے۔ اس لئے صبر کرنے کی عادت اپنے اندر پیدا کرو اور اپنی اولادوں کے اندر بھی پیدا کرو۔

پھر عاجزی کا وصف ہے جو بہت بڑا وصف ہے۔ اگر انسان اس پر نظر رکھے اور ہمیشہ یہ احساس رہے کہ مَیں تو کچھ چیز نہیں۔ بڑائی کا احساس تو مقابلہ

ارشادِ نبوی ﷺ
اَکْرِمُوْا اَوْلَادَکُمْ (اربعین اطفال)
(اپنی اولاد کی عزت کرو)
طالب دُعا: اراکین جماعت احمدیہ ممبئی

کی چیز ہے یعنی نسبتی مقابلہ۔ اگر ہم اپنی نظر ذرا وسیع کریں اور ان نسبتوں سے آگے جا کر بھی دیکھیں جو ہمیں سامنے نظر آتی ہیں تو بڑائی کا احساس، اپنے کچھ ہونے کا احساس خود بخود ختم ہو جاتا ہے۔ ایک پیسے والی عورت مالی لحاظ سے اپنے سے کم عورت کو اگر تحقیر کی نظر سے دیکھتی ہے یا کم نظر سے دیکھتی ہے یا اس کو اپنے سے کمتر سمجھتی ہے اور اس کو دیکھ کر ناک بھوں چڑھاتی ہے، پسند نہیں کرتی کہ اسکے پاس بیٹھے، تو پھر جب اس کے ساتھ بھی یہی سلوک ہو رہا ہو اُسے اس وقت حوصلہ دکھانا چاہئے۔ معاشی لحاظ سے اس سے بہتر عورت اگر اس سے یہی سلوک کر رہی ہو پھر بھی حوصلہ دکھائیں۔ ایک عورت کو اس وقت جو تکلیف کا احساس ہوتا ہے جب اس کے ساتھ یہ سلوک ہو رہا ہو، کوئی اس کو کم نظر سے دیکھ رہا ہو، تو وہی احساس پھر آپ کو دوسرے کیلئے بھی کرنا چاہئے۔ یہ احساس آپ کے دل میں دوسروں کے لئے بھی پیدا ہونا چاہئے اور یہ احساس رہنا چاہئے کہ یہ دنیا کی چیزیں تو عارضی چیزیں ہیں، آنی جانی چیزیں ہیں۔ نہ خاندانی وجاہت پر فخر کرنے کی ضرورت ہے، نہ اولاد پر فخر کرنے کی ضرورت ہے، نہ مالی لحاظ سے بہتر ہونے پر فخر کرنے کی ضرورت ہے، نہ علم میں زیادہ ہونے پر فخر کرنے کی ضرورت ہے۔ اور پھر دین کے معاملے میں تو یہ بالکل ہی ناجائز ہے کہ کوئی کہے کہ مَیں زیادہ عبادت گزار یا زیادہ نیک ہوں۔ اس لئے ہمیشہ یاد رکھیں کہ سب کچھ ہوتے ہوئے بھی عاجز رہیں۔ یہی آپ کی بڑائی ہے اور ہمیشہ عاجز بنی رہیں۔ یہ عاجزی اپنی نسلوں میں بھی پیدا کریں۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ماننے والوں کو ہمیشہ یہ یاد رکھنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی عاجزی کو بہت پسند فرمایا تھا۔ اور الہاماً فرمایا تھا کہ تیری عاجزانہ راہیں اسے پسند آئیں۔

پھر اعلیٰ معیاروں کو حاصل کرنے والی عورتوں کی یہ خصوصیت بیان کی گئی کہ صدقہ کرنے والی ہوں، اللہ کی راہ میں خرچ کرنے والی ہوں۔ نیکیوں پر قائم رہنے اور بلاؤں کو دور کرنے کیلئے یہ بھی ضروری ہے۔ صدقہ و خیرات کی عادت ڈالیں، اپنی اولاد کو عادت ڈالیں۔ اپنے بچوں کو عادت ڈالیں تا کہ اللہ تعالیٰ نیکیوں پر قائم رہنے کی توفیق دے اور نیکیاں کرنے کی بھی توفیق دے۔ اور اس وجہ سے آپ پر رحمتوں اور فضلوں کی بارشیں برساتا رہے۔

پھر فرمایا کہ وہ روزہ رکھنے والی ہوں۔ یہ نہ ہو کہ بہانے تلاش کر کر کے روزے چھوڑنے والی ہوں۔ پھر اسکے تمام لوازمات کے ساتھ روزہ رکھنے والی ہوں چاہے وہ نفلی روزے ہوں یا فرض روزے ہوں۔ بعض دفعہ بعض نوجوانوں میں روزہ رکھنے کی تو بڑی خواہش ہوتی ہے، بڑا جوش ہوتا ہے لیکن پوری طرح اس کا احترام نہیں ہو رہا ہوتا۔ بعض اپنی خوراک کو کنٹرول کرنے کیلئے، اپنے وزن کو مینٹین (Maintain) کرنے کیلئے فاقے تو کر لیتی ہیں، لیکن نمازوں کی طرف پوری توجہ نہیں ہوتی، نوافل کی طرف پوری توجہ نہیں ہوتی، قرآن کریم پڑھنے کی طرف پوری توجہ نہیں ہوتی۔ یہ بھی روزہ کا ضروری حصہ ہیں۔ اگر روزہ رکھا ہے تو نمازیں بھی باقاعدہ پڑھیں، اور دل لگا کر، خوشی سے، ذوق سے، شوق سے نمازیں پڑھیں، نفل کیلئے اٹھیں، نفل پڑھیں۔ قرآن کریم کی تلاوت کرنا ضروری ہے۔

قرآن کریم پڑھیں اور پوری توجہ سے پڑھیں، سمجھ کر پڑھیں تا کہ قرآن کریم کے اندر جو احکامات ہیں، اس کی جو خوبصورت تعلیم ہے، اس کا جو حسن ہے وہ بھی آپ کو نظر آئے۔ تو روزے اس وقت روزے کہلا سکتے ہیں جب عبادات سے سجائے ہوئے ہوں اور جب عبادات کی طرف توجہ پیدا ہوگی تو دنیا داری سے ایسے ہی ذہن صاف ہو جائے گا، دنیا داری ذہن سے بالکل نکل جائے گی اور جب دنیا داری آپ کے ذہنوں سے نکل گئی تو سمجھ لیں کہ آپ نے وہ مقصد پالیا جس کیلئے آپ پیدا کی گئی ہیں۔

پھر کامل ایمان والوں کی ایک نشانی یا خصوصیت یہ بتائی گئی ہے جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ان سے بخشش کا سلوک کرے گا کہ وہ فروج کی حفاظت کرنے والی ہوں۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ اس سے مراد جسم کا ہر سوراخ ہے۔ یعنی آنکھ، کان، ناک، منہ وغیرہ ہر چیز۔ فرمایا اگر ان کی حفاظت کر لو تو تمہارے نفوس کا تزکیہ ہوگا۔ تمہارے ذہن پاک رہیں گے۔ فروج کی حفاظت کے ساتھ دوسری جگہ یہ بھی فرمایا ہے کہ غض بصر سے کام لو، یعنی نگاہیں نیچی رکھو۔ نہ غیر مرد کو دیکھو، نہ غیر ضروری چیزوں کو دیکھو جن سے ذہن میں انتشار پیدا ہوتا ہو۔ جس سے ذہن میں برے خیالات پیدا ہوتے ہوں۔ اگر پردہ کر کے برقع پہن کر ہر آنے جانے والے کو آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھنا شروع کر دیں تو اس سے پردے کا تو کوئی فائدہ نہیں۔ یہ تو لباس ہے جو آپ نے پہنا ہوا ہے۔ نظروں میں حیا ہونی چاہئے، نظریں نیچی رہنی چاہئیں یہ قرآن کریم کا حکم ہے۔ اگر ایسی حالت رکھیں گی تو خود بھی غیروں کو دیکھنے سے محفوظ رہیں گی اور خود بھی بہت ساری برائیوں سے بچ جائیں گی۔ اور مرد بھی جن میں بعضوں کو گھورنے کی عادت ہوتی ہے وہ بھی احتیاط کریں گے۔ وہ بھی ڈر کے رہیں گے۔ اسی طرح گندی، بیہودہ، فضول فلمیں دیکھنا بھی اسی زمرہ میں آتا ہے۔ اگر آپ یہ دیکھ رہی ہیں چاہے اکیلی بیٹھ کر دیکھ رہی ہیں تو تب بھی اس ماحول میں آپ کے ذہن کے ساتھ ساتھ آپ کے بچوں پر بھی اس کا اثر پڑ رہا ہوگا۔ بلکہ آپ کا ذہن ہی اس میں اتنا ڈوبتا چلا جائے گا کہ آپ کو نیکی کرنے کی توجہ ہی پیدا نہیں ہوگی اور پھر اس طرح آپ اپنے بچوں کی صحیح تربیت نہیں کر سکیں گی کیونکہ یہ فلمیں آپ کے خیالات کو، جیسا کہ میں نے کہا، پراگندہ کرنے والی ہوں گی۔ ان کا کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔ باہر تو یہ اظہار ہو، برقع پہن کر آ رہی ہوں۔ مسجد میں تو حجاب میں اور کوٹ میں ہوں لیکن گھروں میں بیہودہ فلمیں دیکھی جا رہی ہوں۔ بعض گھروں کی شکایتیں آتی ہیں کہ وہاں فلمیں دیکھتے ہیں۔ بعض بچے شکایت کر دیتے ہیں کہ ہماری مائیں ایسی فلمیں دیکھتی ہیں۔

پھر جیسا کہ فرمایا کہ کان بھی فروج میں داخل ہیں۔ اگر آپ ایسی مجلسوں میں بیٹھتی ہیں جہاں بیہودہ گوئیاں ہو رہی ہیں، دوسروں کا ہنسی مذاق اڑایا جا رہا ہے۔ یا نظام جماعت کے خلاف کوئی باتیں ہو رہی ہیں۔ یا کسی عہدیدار کے خلاف کوئی باتیں ہو رہی ہیں تو یہ بھی اس کا مطلب ہے کہ آپ اپنے فروج کی حفاظت کرنے والی نہیں ہیں۔ کیونکہ آپ بھی چاہے بول رہی ہیں یا نہیں مگر وہاں بیٹھ کر اس استہزا میں، اس مذاق میں، اس بیہودہ مذاق میں شامل ہو گئی ہیں اور اپنے ذہن کو بلاوجہ گندہ کر رہی ہیں۔ جیسا کہ میں نے پہلے بھی کہا کہ آہستہ آہستہ یہ باتیں آپ کی تمام نیکیوں کو کھا جائیں گی۔ اس لئے ایسی مجلسوں سے بھی بچیں۔

پردے کے معاملات بعض دفعہ زیادہ سنجیدہ ہو جاتے ہیں۔ اس لئے اب میں پہلی بات کو دوبارہ لیتا ہوں۔ پردے کے بارے میں جو غلط فہمیاں ہیں۔ انکی تھوڑی سی وضاحت کرنا چاہتا ہوں اور یہ وضاحت میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الفاظ سے کروں گا۔

آپؑ فرماتے ہیں: ’’اسلامی پردہ سے یہ ہرگز مراد نہیں ہے کہ عورت جیل خانے کی طرح بند رکھی جاوے۔ قرآن شریف کا مطلب یہ ہے کہ عورتیں ستر کریں۔‘‘ یعنی اپنے آپ کو ڈھانک کر رکھیں۔ ’’وہ غیر مرد کو نہ دیکھیں۔ جن عورتوں کو باہر جانے کی ضرورت تمدنی امور کیلئے پڑے ان کو گھر سے باہر نکلنا منع نہیں ہے وہ بے شک جائیں، لیکن نظر کا پردہ ضروری ہے۔‘‘ (ملفوظات جلد اول، صفحہ 298 تا 297 جدید ایڈیشن)

تو جیسا کہ مَیں نے پہلے بتایا آپؑ نے ایک اور جگہ فرمایا: نظر کا پردہ یہی ہے کہ اپنی نظریں نیچی رکھو اور ان میں حیا ہو۔

پھر آپؑ فرماتے ہیں کہ ’’آجکل پردہ پر حملے کئے جاتے ہیں۔ لیکن یہ لوگ نہیں جانتے کہ اسلامی پردہ سے مراد زندان نہیں۔‘‘ یعنی قید خانہ نہیں۔ ’’بلکہ ایک قسم کی روک ہے کہ غیر مرد اور عورت ایک دوسرے کو نہ دیکھ سکے۔ جب پردہ ہوگا، ٹھوکر سے بچیں گے۔ ایک منصف مزاج کہہ سکتا ہے۔‘‘ یعنی ایک انصاف کرنے والا کہہ سکتا ہے جس کا پردے کے خلاف یا پردے کے حق میں کسی قسم کا رجحان نہیں ہے جو انصاف پہ قائم ہونے والا ہو ’’کہ ایسے لوگوں میں جہاں غیر مرد و عورت اکٹھے بلا تامّل اور بے محابا مل سکیں، سیریں کریں، کیونکر جذبات نفس سے اضطراراً ٹھوکر نہ کھائیں گے۔ بسا اوقات سننے اور دیکھنے میں آیا ہے کہ ایسی قومیں غیر مرد اور عورت کے ایک مکان میں تنہا رہنے کو حالانکہ دروازہ بھی بند ہو کوئی عیب نہیں سمجھتیں۔ یہ گویا تہذیب ہے۔ اِنہی بدنتائج کو روکنے کیلئے شارع اسلام نے وہ باتیں کرنے کی اجازت ہی نہ دی جو کسی کی ٹھوکر کا باعث ہوں۔ ایسے موقعہ پر یہ کہہ دیا کہ جہاں اس طرح غیر محرم مرد و عورت ہر دو جمع ہوں، تیسرا اُن میں شیطان ہوتا ہے۔ ان ناپاک نتائج پر غور کرو جو یورپ اس خلیع الرسن تعلیم سے بھگت رہا ہے۔‘‘ یعنی اس کھلی کھلی بے حیائی کی اجازت دینے سے جو یورپ میں ہے۔ اور آپ دیکھ رہے ہوں گے ہر گلی میں، ہر سڑک پر ایسی بے حیائیاں نظر آ جاتی ہیں۔

پھر فرمایا کہ ’’بعض جگہ بالکل قابل شرم طوائفانہ زندگی بسر کی جا رہی ہے۔ یہ انہیں تعلیمات کا نتیجہ ہے۔ اگر کسی چیز کو خیانت سے بچانا چاہتے ہو تو حفاظت کرو۔ لیکن اگر حفاظت نہ کرو اور یہ سمجھ رکھو کہ بھلے مانس لوگ ہیں تو یاد رکھو کہ ضرور وہ چیز تباہ ہو گی۔ اسلامی تعلیم کیسی پاکیزہ تعلیم ہے کہ جس نے مرد و عورت کو الگ رکھ کر ٹھوکر سے بچایا اور انسان کی زندگی حرام اور تلخ نہیں کی جس کے باعث یورپ نے آئے دن کی خانہ جنگیاں اور خودکشیاں دیکھیں۔ بعض شریف عورتوں کا طوائفانہ زندگی بسر کرنا ایک عملی نتیجہ اس اجازت کا ہے جو غیر عورت کو دیکھنے کیلئے دی گئی۔‘‘

(ملفوظات جلد اول صفحہ 21-22 جدید ایڈیشن)

پھر آپؑ فرماتے ہیں کہ ’’یورپ کی طرح بے پردگی پر بھی لوگ زور دے رہے ہیں۔ لیکن یہ ہرگز مناسب نہیں۔ یہی عورتوں کی آزادی فسق و فجور کی جڑ ہے۔ جن ممالک نے اس قسم کی آزادی کو روا رکھا ہے ذرا ان کی اخلاقی حالت کا اندازہ کرو۔‘‘

آپ یہاں ان ملکوں میں رہتے ہیں۔ یہاں کی اخلاقی حالت کا اندازہ خود ہی کر لیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آج سے سو سال پہلے بتا دیا ہے: ’’اگر اس کی آزادی اور

ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

اللہ تعالیٰ اُس انسان سے محبت کرتا ہے جو
پرہیزگار ہو، بے نیاز ہو، گمنامی اور گوشہ نشینی کی زندگی بسر کرنے والا ہو۔
(مسلم کتاب الزہد والرقاق)

طالب دعا : اے شمس العالم (جماعت احمدیہ میلا پالم، صوبہ تامل ناڈو)

ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

نماز کی کلید طہارت ہے
نماز کی تحریم تکبیر ہے، نماز کی تحلیل تسلیم ہے
(ترمذی، کتاب الطہارۃ، باب ماجاء ان مفتاح الصلوٰۃ الطہور)

طالب دعا : مقصود احمد ڈار (جماعت احمدیہ شورت، صوبہ جموں کشمیر)

بے پردگی سے ان کی عفت اور پاکدامنی بڑھ گئی ہے تو ہم مان لیں گے کہ ہم غلطی پر ہیں۔لیکن یہ بات بہت ہی صاف ہے کہ جب مرد اور عورت جوان ہوں اور آزادی اور بے پردگی بھی ہو تو ان کے تعلقات کس قدر خطرناک ہوں گے ۔ بدنظر ڈالنی اور نفس کے جذبات سے اکثر مغلوب ہو جانا انسان کا خاصّہ ہے۔ پھر جس حالت میں کہ پردہ میں بے اعتدالیاں ہوتی ہیں اور فسق و فجور کے مرتکب ہو جاتے ہیں تو آزادی میں کیا کچھ نہ ہوگا۔‘‘

آپ اس معاشرے میں رہتے ہیں اور اگر گہری نظر ہو تو آبزرو (Observe) کر سکتے ہیں۔

’’مردوں کی حالت کا اندازہ کرو کہ وہ کس طرح بے لگام گھوڑے کی طرح ہو گئے ہیں۔ نہ خدا کا خوف رہا ہے نہ آخرت کا یقین ہے۔ دنیاوی لذات کو اپنا معبود بنا رکھا ہے۔ پس سب سے اول ضروری ہے کہ اس آزادی اور بے پردگی سے پہلے مردوں کی اخلاقی حالت درست کرو۔‘‘

آپؑ نے فرمایا ٹھیک ہے تم چاہتے ہو آزاد ہو جاؤ، پردہ سانس روکتا ہے یا بہت ساری روکیں ڈالتا ہے پھر اس سے پہلے یہ ہے کہ مردوں کی پہلے اصلاح کرلو۔ تمہیں کیا پتا کہ ان کے ذہنوں میں کیا کچھ ہے۔

’’اگر یہ درست ہو جاوے اور مردوں میں کم از کم اس قدر قوت ہو کہ وہ اپنے نفسانی جذبات سے مغلوب نہ ہو سکیں تو اس وقت اس بحث کو چھیڑو کہ آیا پردہ ضروری ہے کہ نہیں۔ ورنہ موجودہ حالت میں اس بات پر زور دینا کہ آزادی اور بے پردگی ہو گویا بکریوں کو شیروں کے آگے رکھ دینا ہے۔‘‘

اس لئے عورت تو بہرحال نازک ہے، مردوں کا مقابلہ نہیں کر سکتی اور ایسے حالات پیدا ہو جاتے ہیں۔ چاہے کسی معاشرے میں ایک دو چار واقعات بھی ہو رہے ہوں وہ بہرحال قابل فکر ہوتے ہیں۔

پھر آپؑ نے فرمایا: ’’ان لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ کسی بات کے نتیجے پر غور نہیں کرتے۔ کم از کم اپنے کانشنس سے ہی کام لیں کہ آیا مردوں کی حالت ایسی اصلاح شدہ ہے کہ عورتوں کو بے پردہ ان کے سامنے رکھا جاوے۔‘‘

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک جگہ فرمایا ہے کہ اپنے ضمیر سے فتویٰ لو۔ دیکھو جو تمہارا دل کہتا ہے کہ یہ برائی ہے وہ برائی بہرحال ہے۔ اگر وہ برائی نہیں ہے تو تمہیں کبھی دل ٹوکے گا نہیں، دل میں یہ خیال نہیں پیدا ہو گا کہ تم کیا کر رہی ہو، کئی سوال نہیں اٹھیں گے۔

’’قرآن شریف نے جو کہ انسان کی فطرت کے تقاضوں اور کمزوریوں کو مدّنظر رکھ کر حسب حال تعلیم دیتا ہے کیا عمدہ مسلک اختیار کیا ہے۔ قُلۡ لِّلۡمُؤۡمِنِیۡنَ یَغُضُّوۡا مِنۡ اَبۡصَارِہِمۡ وَ یَحۡفَظُوۡا فُرُوۡجَہُمۡ ؕ ذٰلِکَ اَزۡکٰی لَہُمۡ (النور: 31) کہ تو ایمان والوں کو کہہ دے کہ وہ اپنی نگاہوں کو نیچا رکھیں اور اپنے سوراخوں کی حفاظت کریں۔ یہ وہ عمل ہے جس سے ان کے نفوس کا تزکیہ ہوگا۔‘‘ (ملفوظات جلد چہارم صفحہ 104-105 جدید ایڈیشن)

تو قرآن کی تعلیم تو بہرحال جھوٹی نہیں ہو سکتی۔ اگر آپ کے خیالات معاشرے میں رہ کر کچھ بگڑ گئے ہیں تو وہ بہرحال جھوٹے ہو سکتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کا کلام کبھی جھوٹا نہیں ہو سکتا۔ اور پھر یہ جو حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ بکریوں کو شیروں کے آگے ڈالنا ہے تو یہ اسی طرح ہوتا ہے اور ہو رہا ہے۔ آئے دن یہ قصے اخبار میں پڑھنے کو ملتے ہیں اور دیکھنے کو بھی ملتے ہیں۔ اس لئے کسی بھی قسم کے کمپلیکس (Complex) میں مبتلا ہونے کی ضرورت نہیں۔ اور اگر کوئی کمپلیکس ہے تو اپنے دماغ سے نکال دیں اور اپنی پاکدامنی کی خاطر قرآنی حکم پر عمل کریں۔ اسی میں آپ کی عزت ہے اور اسی میں آپ کا وقار ہے۔

ایک جگہ فرمایا کہ یہ بھی دو طرح کے گروپ بن گئے ہیں ایک تو یہ کہتا ہے کہ پردہ اس سختی سے کرو کہ عورت کو گھر سے باہر نہ نکلنے دو۔ اور دوسرا یہ ہے کہ اتنی چھوٹ دے دو کہ سب کچھ ہی خلط ملط ہو جائے۔

پھر آپؑ فرماتے ہیں کہ ’’اسلام نے جو یہ حکم دیا ہے کہ مرد عورت سے اور عورت مرد سے پردہ کرے اس سے غرض یہ ہے کہ نفس انسان پھسلنے اور ٹھوکر کھانے کی حد سے بچا رہے۔ کیونکہ ابتداء میں اس کی یہی حالت ہوتی ہے کہ وہ بدیوں کی طرف جھکا پڑتا ہے اور ذرا سی بھی تحریک ہو تو بدی پر ایسے گرتا ہے جیسے کئی دنوں کا بھوکا آدمی کسی لذیذ کھانے پر۔ یہ انسان کا فرض ہے کہ اس کی اصلاح کرے۔‘‘

(ملفوظات جلد چہارم صفحہ 106 جدید ایڈیشن)

تو اس میں مزید فرما دیا کہ نفس کو پھسلنے سے بچانے کیلئے پردہ کرو تو اس میں صرف برقع یا حجاب کام نہیں آئے گا۔ اگر آپ برقع پہن کر مردوں کی مجلسوں میں بیٹھنا شروع کر دیں، مردوں سے مصافحے کرنا شروع کر دیں تو پردہ کا تو مقصد فوت ہو جاتا ہے۔ اس کا تو کوئی فائدہ نہیں ہے۔ پردہ کا مقصد تو یہ ہے کہ نامحرم مرد اور عورت آپس میں کھلے طور پر میل جول نہ کریں، آپس میں نہ ملیں ، دونوں کی جگہیں علیحدہ علیحدہ ہوں۔ اگر آپ اپنی سہیلی کے گھر جا کر اسکے خاوند یا بھائیوں یا اور رشتہ داروں سے آزادانہ ماحول میں بیٹھی ہیں۔ چاہے منہ کو ڈھانک کے بیٹھی ہوتی ہیں یا منہ ڈھانک کر کسی سے ہاتھ ملا رہی ہیں تو یہ تو پردہ نہیں ہے۔ جو پردے کی غرض ہے وہ تو یہی ہے کہ نامحرم مرد عورتوں میں نہ آئے اور عورتیں نامحرم مردوں کے سامنے نہ جائیں۔ ہر ایک کی مجلسیں علیحدہ ہوں۔ بلکہ قرآن کریم میں تو یہ بھی حکم ہے کہ بعض ایسی عورتوں سے جو بازاری قسم کی ہوں یا خیالات کو گندہ کرنے والی ہوں ان سے بھی پردہ کرو۔ ان سے بھی بچنے کا حکم ہے۔ اس لئے احتیاط کریں اور ایسی مجلسوں سے بچیں۔ پھر لباس کا پردہ ہے۔ جب برقع پہنیں، یا حجاب لیں یا سکارف لیں یا دوپٹہ پہنیں یا نقاب لیں جو بھی لے رہی ہوں تو بال چھپے ہوئے ہونے چاہئیں۔ بال نظر نہیں آنے چاہئیں، ماتھا سامنے سے ڈھکا ہوا ہونا چاہئے۔ سامنے کم از کم ٹھوڑی تک کپڑا ہونا چاہئے۔ منہ اگر ننگا ہے تو میک اپ نہیں ہونا چاہئے۔ بعض پیشوں میں یا کام میں منہ ننگا کرنا پڑ جاتا ہے، بعض مجبوریاں ہوتی ہیں۔ کوئی بیمار ہے، کسی کو سانس ٹھیک نہیں آ رہا تو منہ ننگا کیا جا سکتا ہے لیکن پھر اس طرح بناؤ سنگھار بھی نہیں ہونا چاہئے۔

سکولوں اور کالجوں میں بھی لڑکیاں جاتی ہیں اگر کلاس روم میں پردہ، سکارف لینے کی اجازت نہیں بھی ہے تو کلاس روم سے باہر نکل کر فوراً لینا چاہئے۔ یہ دو عملی نہیں ہے اور نہ ہی یہ منافقت ہے۔ اس سے آپ کے ذہن میں یہ احساس رہے گا کہ مَیں نے پردہ کرنا ہے اور آئندہ زندگی میں پھر آپ کو یہ عادت ہو جائے گی۔ اور اگر چھوڑ دیا تو پھر چھوٹ بڑھتی چلی جائے گی اور پھر کسی بھی وقت پابندی نہیں ہو گی۔ پھر وہ جو حیا ہے وہ ختم ہو جاتی ہے۔

پھر اپنے عزیز رشتہ داروں کے درمیان بھی جب کسی فنکشن میں یا شادی بیاہ وغیرہ میں آئیں تو ایسا لباس نہ ہو جس میں جسم اٹریکٹ (Attract) کرتا ہو یا اچھا لگتا ہو یا جسم نظر آتا ہو۔ آپ کا تقدس اسی میں ہے کہ اسلامی روایات کی پابندی کریں اور دنیا کی نظروں سے بچیں۔

ایک روایت میں آتا ہے۔ حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ اسماء بنت ابی بکرؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ اور انہوں نے باریک کپڑے پہنے ہوئے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے اعراض کیا۔ یعنی ادھر ادھر ہونے کی کوشش کی اور فرمایا: اے اسماء! عورت جب بلوغت کی عمر کو پہنچ جائے تو یہ مناسب نہیں کہ اس کے منہ اور ہاتھ کے علاوہ کچھ نظر آئے۔ اور آپؐ نے اپنے منہ اور ہاتھ کی طرف اشارہ کر کے یہ بتایا۔ (ابوداؤد کتاب اللباس باب فیما تبدی المرأۃ من زینتھا)

پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ نیکیاں جب تم اپنا لو، یہ خصوصیات جو ایک مومنہ عورت میں ہونی چاہئیں اختیار کر لو تو پھر ان کو مزید چمکانے کیلئے، ان کو مزید پالش (Polish) کرنے کیلئے اللہ تعالیٰ کا ذکر بہت کرو۔ اس کو اٹھتے بیٹھتے یاد رکھو، اسکی محبت، اسکی خشیت اپنے دلوں میں قائم کرو۔ اسکی عبادت کی طرف توجہ دیتے رہو۔ جب تم یہ معیار حاصل کر لو گے تو پھر تم سمجھو کہ دنیا کی غلاظتوں سے بچ گئی اور اللہ تعالیٰ کا قرب پانے والی ہو گئی اور پھر ایسی عورتوں کو اللہ تعالیٰ کا رسولؐ بہت بڑی خوشخبری دیتے ہیں، بلکہ ضمانت دیتے ہیں۔

ایک روایت میں آتا ہے ۔حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ سے مروی ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کوئی عورت پنجوقتہ نماز پڑھتی ہے، رمضان کے روزے رکھتی ہے، اپنی عصمت کی حفاظت کرتی ہے، اور اپنے خاوند کی فرمانبرداری کرتی ہے تو اسے کہا جاتا ہے کہ جنت کے جس دروازے سے تو چاہے داخل ہو جا۔

(مسند احمد بن حنبل مسند العشرۃ المبشرۃ بالجنۃ)

دیکھیں کتنی بڑی خوشخبری ہے ایسی عورتوں کو جو ہر طرح سے اپنے آپ کو احکامات کا پابند کرنے والی ہیں۔

اللہ تعالیٰ سب کو توفیق دے کہ وہ اسلامی احکامات پر عمل کرنے والی ہوں، تزکیہ نفس کرنے والی ہوں، اپنی ذمہ داریوں کو سمجھنے والی ہوں، اپنی اولادوں کی صحیح اسلامی رنگ میں تربیت کرنے والی ہوں تا کہ یہاں اگلی نسلیں بھی ان برکات اور انعامات سے حصہ لیتی رہیں جن کا اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہوا ہے۔ خدا کرے کہ آپ کی نسلوں اور اولادوں میں بھی نظام خلافت سے ہمیشہ وہی وفا، اخلاص اور محبت کا تعلق قائم رہے جو آپ کے چہروں پر نظر آتا ہے۔

ایک اور بات یہ ہے کہ جلسہ کی کارروائی کا آج دوسرا دن ہے اسکے بعد پھر شام کو کارروائی ہوگی تو اس کارروائی کے دوران ادھر ادھر پھر کر باتیں کرنے یا مجلس لگانے کی کوشش نہ کریں۔ اس عادت کو ختم کریں۔ جلسہ کی کارروائی کو غور سے سنیں اور جو کچھ سنیں اسکو یاد بھی رکھیں اور زندگیوں کا حصہ بھی بنائیں، ان سے فائدہ بھی اٹھائیں اور آگے اپنی اولادوں کی تربیت میں بھی اس کو استعمال کریں۔ اللہ تعالیٰ سب کو اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

(بشکریہ اخبار الفضل انٹرنیشنل 23/ستمبر 2005)

......☆......☆......☆......

Alam Associates
Architect & Engineers
+91 9032667993
alamassociates18@gmail.com
22-7-269/1/2/B, Dewan Devdi, Hyderabad - 500002. (T.S.)
Mobile : 8978952048
lordsshoe.co@gmail.com
NEW Lords SHOE CO.
(WHOLESALE & RETAIL)
DEALERS IN : CHINA, DELHI & JALANDHAR LADIES AND GENTS SLIPPERS
16-10-27/105/82, Malakpet, Hyderabad - 500 036. Telangana.

GRIPHOME
PROPERTY MANAGEMENT
طالب دعا
Mohammed Anwarullah
Managing Partner
+91-9980932695
#4, Delhi Naranappa Street
R.S. Palya, Kammanahalli
Main Road, Bangalore - 560033
E-Mail : anwar@griphome.com
www.griphome.com

پردہ ایک اسلامی حکم ہے اور ایک احمدی عورت اور نوجوان لڑکی کی شان اور اس کا تقدّس بھی ہے اس کو قائم رکھنا ضروری ہے

جرأت مند مسلمان احمدی عورت کی طرح اپنے نیک عمل سے اور دلائل سے اپنے ماحول اور معاشرے میں اس بات کو پہنچائیں کہ پردہ کوئی قید نہیں ہے بلکہ یہ قرآنی حکم ہماری عزّتوں کو قائم کرنے اور ہمارا شرف بحال کرنے کیلئے ہے

مَیں نے تو بہرحال اس حکم کی پابندی کروانی ہے جو قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں دیا ہے

اگر کسی کے ذہن میں خیال ہو کہ اس طرح کی سختی سے جماعت کم ہوجائے گی اور جماعت سے لوگ دوڑنا شروع ہوجائیں گے تو یاد رکھیں کہ جماعت کم نہیں ہوگی، اللہ کا وعدہ ہے کہ اس کے مقابل نئی قومیں عطا فرمائے گا جو اسلام کی تعلیم سے محبت کرنے والی ہوں گی

پردہ اور حیا کی تعلیم ہر زمانے اور ہر مذہب میں دی جاتی رہی ہے

آج ہر احمدی عورت کی غیرت کا تقاضا ہے کہ اس معاشرے میں اعلان کرکے ہر ایک کو بتائیں کہ تم چاہے جتنی مرضی پابندیاں لگالو ہمارے دلوں سے، ہمارے چہروں سے، ہمارے عملوں سے اسلام کی خوبصورت تعلیم کو نہیں چھین سکتے

لجنہ اماء اللہ برطانیہ کے سالانہ اجتماع کے موقع پر 19 ر نومبر 2006ء کو سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا اختتامی خطاب

تشہد، تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:۔

آپ لوگ یہاں اپنا اجتماع منعقد کرنے کے سلسلے میں جمع ہیں، جس کا آج آخری دن ہے۔ ان اجتماعوں کا انعقاد اس غرض سے کیا جاتا ہے تاکہ یہاں احمدی عورتوں اور بچیوں کو دینی تعلیم و تربیت کیلئے مل بیٹھ کر تعلیمی، تربیتی اور اصلاحی تقاریر اور ہدایات سن کر اپنے اندر کی کمزوریوں کو دُور کرنے کا موقع ملے۔ بچیوں اور بڑی عمر کی لڑکیوں کو اپنی اصلاح کے ساتھ ساتھ مختلف علمی پروگراموں میں حصہ لے کر اپنی علمی صلاحتیوں کو مزید نکھارنے کا موقع ملے، ایک خاص ماحول میسر ہو جس میں اپنی اصلاح کے مزید بہتر راستوں کی نشاندہی کریں اور ان کے بارے میں سوچیں۔ جس قوم کی بچیاں، نوجوان لڑکیاں، عورتیں اس سوچ کے ساتھ ایک جگہ جمع ہوں جہاں وہ خالص دینی اور روحانی ماحول میں رہ کر پروگراموں میں حصہ لینا چاہتی ہوں، اپنا وقت گزارنا چاہتی ہوں اور گزار رہی ہوں، اس قوم کی نہ تو نسلیں برباد ہوتی ہیں، نہ ان پر کبھی زوال آتا ہے۔ پس آج خالصۃً اللہ کی خاطر ان نیک مقاصد کیلئے اگر کوئی عورت جمع ہوتی ہے تو وہ احمدی عورت ہے۔ اس لئے ہمیشہ اپنے اس مقام کو یاد رکھیں۔

جو علمی اور روحانی مائدہ آپ نے یہاں سے حاصل کیا ہے اور کر رہی ہیں اس سے فائدہ اٹھائیں کہ اسی میں آپ کی بقا ہے، اسی میں آپ کی نسلوں کی بقا ہے، اسی میں آپ کے خاندانوں کی عزت اور ان کی بقا ہے۔ انسان کو کبھی خود غرض نہیں ہونا چاہئے کہ صرف اپنی فکر رہے، صرف اپنی ضروریات کا خیال رکھتا رہے، صرف اپنے جذبات کا خیال رکھے۔ بلکہ دوسروں کی بھی فکر ہونی چاہئے، دوسروں کی ضروریات کی خاطر قربانی کی سوچ ہونی چاہئے، دوسروں کے جذبات کا خیال بھی رہنا چاہئے۔ صرف اپنی عزت کا نہیں سوچنا چاہئے بلکہ اپنے خاندان اور جماعت کی عزت کا خیال بھی ہر وقت ذہن میں رہنا چاہئے۔

یہ بات بھی ہر وقت ذہن میں رہنی چاہئے کہ میرا ایک بصیر خدا ہے جو ہر وقت مجھے دیکھ رہا ہے، میرا ایک علیم و خبیر خدا ہے جس کی نظر کی گہرائی میرے پاتال تک کا بھی علم رکھتی ہے، میرے اندر تک گئی ہوئی ہے، میری ہر بات کی اس کو خبر ہے، اس لئے کوئی بات اس سے چھپی نہیں رہ سکتی۔ اور جب اس کی ہر بات پر نظر ہے، اس کو ہر بات کا علم ہے، اس کو میرے اندر اور باہر کے پل پل کی خبر ہے تو پھر جب میں یہ اعلان کرتی ہوں کہ میں ایک احمدی مسلمان عورت ہوں تو ہمیشہ آپ کو یہ خیال رہے کہ مجھے ان باتوں کی طرف توجہ دینی چاہئے جو خدا تعالیٰ نے اپنے پیارے نبی ﷺ کے ذریعہ ہم تک پہنچائی ہیں۔ اگر کبھی ہم ان باتوں کو کسی وجہ سے بھول گئے تو جب بھی یاد کروائی جائیں تو پھر اللہ کے نیک بندوں کی طرح ان سے ایسا معاملہ کرنا چاہئے جیسے اللہ کے نیک بندے کرتے ہیں اور جنکے بارے میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ وَالَّذِيْنَ اِذَا ذُكِّرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ لَمْ يَخِرُّوْا عَلَيْهَا صُمًّا وَّعُمْيَانًا (سورۃ الفرقان: 74) یعنی وہ لوگ کہ جب ان کے رب کی آیات انہیں یاد دلائی جاتی ہیں تو ان سے بہروں اور اندھوں کا معاملہ نہیں کرتے۔

تو یقیناً احمدی عورت جس کے دل میں نیکی کا بیج ہے جس نے اسے ابھی تک احمدیت پر قائم رکھا ہوا ہے، جو وفاؤں کی پتلی ہے، جو دین کی خاطر قربانی کا فہم رکھتی ہے، جو خلافتِ احمدیہ سے عشق و محبت کا تعلق رکھتی ہے، اسے جب نصیحت کی جائے تو اندھوں اور بہروں کی طرح سلوک نہیں کرتی۔ اگر حقیقی احمدی ہے اور یہی ہر احمدی سے امید کی جاتی ہے کہ اسے ہر نصیحت پر عمل کرنے کی کوشش کرنی چاہئے نہ کہ اندھوں اور بہروں کی طرح کا سلوک اس سے ہو۔ پس جیسا کہ میں نے کہا، ایک احمدی کی یہی سوچ ہونی چاہئے کہ میں نے ان باتوں کی طرف توجہ دینی ہے جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے ہمیں بتائی ہیں اور یہی ایک مومن کی نشانی اور ایک مومن کی شان ہے۔ آپ جو عہد کرتی ہیں، ہمیشہ اس عہد کو اپنے سامنے رکھیں۔

دیکھیں جب آنحضرت ﷺ نے عورتوں سے عہدِ بیعت لیا تو اس میں مردوں کے عہدِ بیعت سے زائد باتیں رکھیں، جن کا قرآنِ کریم میں ذکر ملتا ہے۔ جس میں شرک سے بچنے کی طرف توجہ ہے، برائیوں سے بچنے کی طرف توجہ ہے، اولاد کی صحیح تربیت کرنے کی طرف توجہ ہے اور فرمایا وَلَا يَعْصِيْنَكَ فِيْ مَعْرُوْفٍ (الممتحنۃ: 13) کہ نیک باتوں میں تیری نافرمانی نہیں کریں گی۔ تو اللہ تعالیٰ کوئی زبردستی نہیں کر رہا کہ ہر ایک سے زبردستی یہ (عہد) لو۔ ہاں اگر مسلمان ہونے کیلئے آئی ہیں تو پھر ان شرائط کی پابندی کرنی بھی ضروری ہے جو اسلام میں شامل ہونے کیلئے ضروری ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام بھی جب عورتوں سے بیعت لیتے تھے تو یہی نصیحت فرمایا کرتے تھے۔ پس بعض دماغوں میں خاص طور پر اس ماحول میں آکے، آج کل کے معاشرے میں ہر جگہ ہی جو یہ خیال آجاتا ہے کہ ہم آزاد ہیں تو یاد رکھیں کہ ایک حد تک آزاد ہیں۔ لیکن جہاں آپ کے دین کے، شریعت کے احکامات کا تعلق ہے وہاں آزاد نہیں ہیں۔ اگر جماعت میں شامل ہوئے ہیں تو ان شرائط کی بہرحال پابند ہیں جو ایک احمدی کیلئے ضروری ہیں۔ دیکھیں ابتداء میں آنحضرت ﷺ کے زمانے میں جب ان عورتوں نے بیعت کی تھی تو وہ معاشرہ بالکل آزاد تھا، اس میں کوئی قانون نہیں تھا، آج کی برائیوں سے زیادہ ان میں برائیاں موجود تھیں، تعلیم کی کمی تھی، چند ایک مگر وہ بھی معمولی سا پڑھی لکھی تھیں۔ خدا کے وجود کا کوئی تصور نہ تھا، وہ صرف بتوں کو جانتی تھیں، یہ پتا ہی نہیں تھا کہ علیم و خبیر اور بصیر خدا کیا ہے؟

لیکن جب بیعت کی تو اپنی زندگیوں میں ایک انقلاب پیدا کرلیا۔ جہالت کے اندھیروں سے نکل کر جب اسلام کی روشنی حاصل کی تو علم کی روشنی پھیلانے کا منبع ایک عورت بن گئی، پردے وغیرہ کی تمام رعایت کے ساتھ بڑوں بڑوں کو دین کے مسائل سکھائے اور آنحضرت ﷺ سے یہ سرٹیفیکیٹ حاصل کیا کہ دین کا آدھا علم اگر حاصل کرنا ہے تو عائشہ سے حاصل کرو۔

میدانِ جنگ میں اگر مثال قائم کی تو اپنے پردے کے تقدس کو قائم رکھتے ہوئے، اپنی جرأت و بہادری کا مظاہرہ کرتے ہوئے رومیوں کی فوج سے اکیلی اپنے قیدی بھائی کو آزاد کروا کے لے آئی اور تاریخ میں اس عورت کا ذکر حضرت خولہ کے نام سے آتا ہے۔ پھر مدینہ پر جب کفار کا حملہ ہوا تو مرد اگر خندق کھود کر شہر کی اس طرف سے حفاظت کر رہے تھے تو گھروں کی حفاظت عورتوں نے اپنے ذمّہ لے لی اور جب یہودیوں نے جاسوسی کرنے کیلئے اپنا ایک آدمی بھیجا کہ پتا کروتا کہ ہم اس طرف سے حملہ کریں اور مدینہ پر قبضہ کرلیں تو مرد تو اس جاسوس کے مقابلے پر نہ آیا لیکن عورت نے اس کو زخمی کرکے، مار کے باندھ دیا اور اٹھا کر اس کو باہر پھینک دیا۔

جنگِ اُحد میں مسلمانوں کے پاؤں اکھڑ گئے تو اس وقت عورتیں ہی تھیں جنہوں نے دین کی غیرت میں اور آنحضرت ﷺ کی محبت میں ایک مثالی کردار ادا کیا اور وفا کی ایک مثال قائم کردی۔ پس یہ طاقت، یہ جرأت، یہ وفا، یہ علم ان میں اسلام کی تعلیم پر عمل کرنے اور اسے اپنی زندگیوں کا حصہ بنانے کی وجہ سے آیا تھا۔ اس لئے ہمیشہ یاد رکھیں کہ اگر بے نفس ہو کر اپنے دین کی تعلیم کو اپنے اوپر لاگو کریں گی، اللہ

تعالیٰ کے تمام احکامات پر عمل کرنے کی کوشش کریں گی، خدا تعالیٰ کی عبادت کی طرف توجہ پیدا کریں گی تو آپ میں دین کی غیرت بھی پیدا ہوگی اور وفا بھی پیدا ہوگی اور آپ ہر قسم کے کامپلیکس (Complex) سے بھی آزاد ہو جائیں گی۔ ورنہ اس دنیا کی رنگینیوں میں ڈوب کر دنیاداروں کی طرح غائب ہو جائیں گی۔

پس جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کی عورت نے اپنے اندر یہ انقلاب پیدا کیا کہ حقیقی مسلمات بنیں، مومنات بنیں، قانتات بنیں، تائبات بنیں، عابدات بنیں، آپ نے بھی اگر ان کے نقشِ قدم پر چلنا ہے تو پھر ان کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے اسلام کی تعلیم کو اپنے اوپر لاگو کرنا ہوگا۔ اگر یہ لاگو نہ کیا تو پھر آپ مسلمان نہیں کہلا سکتیں، اگر آپ نے اپنے ایمانوں میں مضبوطی پیدا نہ کی اور معاشرے کی برائیوں سے اپنے آپ کو نہ بچایا تو مومنات نہیں کہلا سکتیں، اگر فرمانبرداری کے اعلیٰ معیار قائم نہ کئے تو قانتات نہیں کہلا سکتیں، اگر توبہ اور عبادتوں کی طرف ہر وقت توجہ نہ رکھی تو تائبات اور عابدات نہیں کہلا سکتیں۔

پس اپنے جائزے لیں کہ دعوے کیا ہیں اور عمل کیا ہیں، اپنے آپ کو خود Assess کریں، اپنے خود جائزے لیں۔ ہمیشہ اس مقصد کو سامنے رکھیں جو انسان کی پیدائش کا مقصد ہے۔ اللہ کی رضا حاصل کرنا آپکا مطمحِ نظر ہو۔ اپنے لئے بڑے بڑے Targets بنائیں کہ Goal بنائیں جن کو حاصل کرنا ہے۔ اعلیٰ مقاصد کی نشاندہی کریں جن کی طرف بڑھنا ہے۔ جب آپ کے سامنے Targets بڑے ہوں گے تو پھر آپ ان کو حاصل کرنے کیلئے حقیقی کوشش کریں گی۔ لڑکیاں بھی اپنے جائزے لیں اور مائیں بھی اپنے جائزے لیں۔ اس سے آپ اپنی بھی اصلاح کر سکتی ہیں اور اپنی نسل کی بھی اصلاح کر سکتی ہیں، بچوں کی تربیت بھی اچھے رنگ میں کر سکتی ہیں۔ آج معاشرے میں اسلام کے خلاف ہر طرف حملے ہو رہے ہیں، آج اس کے دفاع کیلئے ہر احمدی بچی، ہر احمدی لڑکی اور ہر احمدی عورت کو اسی طرح میدانِ عمل میں آنے کی ضرورت ہے جس طرح پہلے زمانے کی عورت آئی یا قرونِ اولیٰ کی عورت آئی، ورنہ پھر آپ پوچھی جائیں گی کہ تمہارے سپرد کام کیا تھا اور تم نے کیا کیا؟ تمہارے دعوے کیا تھے اور تمہارے عمل کیا تھے؟

آج عورت کے حوالے سے اسلام پر حملے ہو رہے ہیں، بڑا Issue آجکل جو اٹھا ہوا ہے وہ حجاب یا اسکارف یا برقعہ کا مسئلہ ہے۔ مرد اسکی لاکھ وضاحتیں پیش کریں، جتنی مرضی اسکی توجیہیں پیش کریں کہ اسلام میں پردہ کیوں کیا جاتا ہے، جتنی مرضی اس کی Justification پیش کریں اس کا صحیح جواب اگر کوئی دے سکتی ہے تو وہ ایک باعمل اور نیک احمدی عورت دے سکتی ہے۔ پس بجائے کسی کامپلیکس (Complex) میں مبتلا ہونے کے، جرأتمند مسلمان احمدی عورت کی طرح اپنے عمل سے اور دلائل سے اس بات کو اپنے ماحول میں، اپنے معاشرے میں پہنچائیں کہ یہ قرآنی حکم ہماری عزتوں کیلئے ہے، ہمارا شرف بحال کرنے کیلئے ہے، یہ کوئی قید نہیں ہے۔

ان لوگوں کی حالت بھی دیکھ لیں۔ ایک طرف تو یہ لوگ اسلام پر اعتراض کرتے ہیں کہ اس میں جبر ہے، سختی ہے، اور دوسری طرف خود بھی کسی کے ذاتی معاملات میں دخل اندازی کر رہے ہیں۔ اگر کوئی عورت اسکارف لینا چاہتی ہے، حجاب لینا چاہتی ہے تو ان سے کوئی پوچھے کہ تمہیں کیا تکلیف ہے؟ آجکل کیونکہ عمل تو رہا نہیں جنہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو نہیں مانا ان مسلمان عورتوں کی اکثریت پردہ نہیں کرتی تو اسلام انہیں کوئی سزا نہیں دیتا، کوئی قانون انہیں سزا نہیں دے رہا۔ لیکن جو دین کی تعلیم پر عمل کرتے ہوئے پردہ کرتی ہے اس پر کسی دوسرے مذہب والے کا کیا حق ہے کہ کہے کہ سخت قانون بنانا چاہئے تاکہ وہ پردہ نہ کرے، اسکارف نہ لے، سر نہ ڈھانپے۔ کل کو کہہ دیں گے کہ یہ تمہارا لباس ٹھیک نہیں ہے، شلوار نہیں پہننی، فراکیں پہنو یا جین پہنو یا میکسی یا کوئی ایسی چیز پہنو، ہمیں اعتراض ہے اور پھر اس پر بھی اعتراض شروع ہو جائے گا۔ پھر یہ کہہ دیں گے کہ چھوٹی فراکیں پہنو، اس طرح کی پہنو اور پھر منی اسکرٹ پہنو، پھر ننگے ہو جاؤ۔

تو ان لوگوں کا کسی عورت کی عزت سے کھیلنے کا کوئی حق نہیں بنتا۔ یہ آپ لوگ ہیں جنہوں نے جواب دینے ہیں کہ تم کسی کے ذاتی معاملات میں دخل دینے والے کون ہو؟ ان سے پوچھیں کہ یہ بھی تو آزادی سلب کرنے والی بات ہے۔ کسی کا لباس اس کا ذاتی معاملہ ہے۔ یہ کیوں اسکے لباس پہننے کی آزادی کو ختم کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ لیکن کیونکہ ان کی حکومتیں ہیں، دنیا میں آجکل ان کا سکّہ چلتا ہے اس لئے ناجائز اور احمقانہ باتیں کر کے سمجھتے ہیں کہ ہم نے بڑی عقل کی بات کی ہے۔ تو احمدی عورت نے اپنی عزت بھی قائم کرنی ہے اور ہر ایسے اعتراض کا جواب بھی دینا ہے۔ اس کیلئے تیار ہو جائیں۔

بعض عورتیں احمدی کہلا کر بھی پتہ نہیں کیوں کسی کامپلیکس (Complex) کا شکار ہو جاتی ہیں۔ کسی نے بتایا کہ ایک عورت نے کہا کہ میری بیٹی اگر اسکارف نہیں پہنتی یا جین اور دوسرا لباس پہنتی ہے تو اسے کچھ نہ کہو، وہ بڑی ڈیسنٹ (Decent) ہے۔

ڈیسنٹ کیوں ہے؟ کہ اس کی لڑکوں سے دوستی نہیں ہے۔ وہ آزاد ہے، اپنا اچھا برا جانتی ہے۔ تو یہ تو بچوں کی تربیت خراب کرنے والی بات ہے۔ آج اگر دوستی نہیں ہے تو کل کو دوستی ہو بھی سکتی ہے، آج اگر کسی برائی میں مبتلا نہیں ہے تو اسی آزادی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے کسی برائی میں مبتلا ہو بھی سکتی ہے۔ اگر وہ آزاد ہے، اپنا اچھا برا جانتی ہے اور اس بات پر آزاد ہے کہ اسلامی حکم یا قرآنی حکم پردے پر عمل نہ کرے تو پھر جماعت بھی آزاد ہے، نظامِ جماعت بھی آزاد ہے، خلیفۂ وقت سب سے زیادہ اس کا حق رکھتا ہے کہ ایسے لوگوں کو پھر جماعت سے باہر کر دے جنہوں نے قرآنِ کریم کے بنیادی حکم کی تعمیل نہیں کرنی۔

اگر آپ ایک دنیاوی کلب بھی جائن (Join) کرتے ہیں تو اس کی بھی ممبر شپ کے کوئی قواعد و ضوابط ہوتے ہیں۔ اگر ان کو پورا نہ کریں تو ممبر شپ ختم ہو جاتی ہے۔ تو دین کا معاملہ تو خدا کے ساتھ ایک بانڈ (Bond) ہے ایک عہدِ بیعت ہے۔ اگر اس کی واضح تعلیم کے خلاف عمل کریں گی اور اس کی تعلیم پر عمل کرنے سے انکار کریں گی تو پھر اگر آپ کی لڑکی کو یا آپ کو یہ حق حاصل ہے کہ پردہ نہ کریں تو پھر مجھے بھی یہ حق حاصل ہے، اسی حق کی وجہ سے جو آپ کو حاصل ہے کہ پھر ایسے نافرمانوں کو جماعت سے نکال کر باہر کر دوں۔ مَیں تو اللہ تعالیٰ کے حکم کی وجہ سے ایسا کروں گا، اس لئے کسی کو کوئی شکوہ بھی نہیں ہونا چاہئے۔ یہاں میں انتظامیہ کو بھی یہ بتا دوں کہ پہلے Step میں یہ جائزہ لیں کہ کوئی لڑکی، کوئی ایسی عورت عہدیدار نہ ہو جو پردہ نہ کرتی ہو اور اگر باپردہ کام کرنے والی نہیں ملتی تو اس مجلس کو جس مجلس میں کام کرنے والی کوئی بھی ایسی نہیں ہے جو باپردہ ہو کسی ساتھ کی مجلس کے ساتھ Attach کر دیں یا کوئی باپردہ چاہے کم علم رکھنے والی ہو تو اس کو کام سپرد کر دیں۔ اگر اس مجلس میں کوئی بھی نہیں ملتا جو اسلامی حکم کہ ’اپنے سر اور بال اور زینت کو ڈھانپو‘ پر عمل کر رہی ہو اور قریب کوئی مجلس بھی نہ ہو تو پھر ایسی مجلس کو ہی بند کر دیں۔ اوّل تو مجھے امید ہے کہ یہ جو میں نے انتہائی صورت پیش کی ہے ایسی خوفناک شکل کہیں نہیں ہوگی۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

اللہ کے فضل سے جماعت میں نیکیوں میں آگے بڑھنے والی بے شمار خواتین ہیں۔ اگر بڑی عمر کی عورتوں میں سے نہیں تو نوجوان بچیوں میں سے مَیں دیکھ رہا ہوں کہ ایسی ہیں جو منافقت سے پاک ہیں، جو کسی قسم کی منافقت نہیں کرتیں۔ بعض اپنے گھر کے ماحول کی وجہ سے ایسی ہوں گی لیکن بہت ساری ایسی ہیں جو اپنے بڑوں سے زیادہ نیکیوں پر قائم ہیں۔ کوشش کرتی ہیں کہ حجاب لیں، حیا رکھیں۔ ایم ٹی اے کیلئے ایک پروگرام انہوں نے بنایا ہے جو ابھی دکھایا نہیں لیکن مَیں ریکارڈنگ دیکھ رہا تھا اس میں ہماری ایک بچی نے جو ٹیچر بھی ہے، جب سکول میں حجاب کا مسئلہ آیا تو یہ کہا کہ مَیں سکول میں بھی سر ڈھانکوں گی کیونکہ مَیں بچوں کو اسکول میں یہ نہیں سکھانا چاہتی کہ مَیں نے منافقانہ رویّہ یا دوہرا معیار رکھا ہوا ہے۔ بچے مجھے باہر اسکارف میں دیکھ لیں گے تو کہیں گے کہ سکول میں کیوں نہیں لیتی، اسکول میں سر کیوں نہیں ڈھانکتی؟ وہاں ایک Discussion یہ بھی ہو رہی تھی کہ پرائمری سکول میں چھوٹے بچوں کو پڑھانے والی ہماری ایک ٹیچر ہے وہ سر نہیں ڈھانپتی۔ ٹھیک ہے جہاں چھوٹے بچے ہوں، عورتیں ہوں بے شک نہ ڈھانپیں، کوئی حرج نہیں۔ لیکن ہو سکتا ہے کہ جس بچی نے کہا کہ مَیں سکول میں بھی سر ڈھانکوں گی، اس کے سکول میں بڑے بچے ہوں۔

تو بہرحال پردہ ایک اسلامی حکم بھی ہے اور ایک احمدی عورت اور نوجوان لڑکی کی شان بھی ہے اور اس کا تقدّس بھی ہے کیونکہ احمدی عورت کا تقدّس بھی اسی سے قائم ہے، اس کو قائم رکھنا ضروری ہے۔ لیکن یاد رکھیں کہ اسکارف کے ساتھ نچلا لباس بھی ڈھیلا ہونا چاہئے۔

اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ زینت نظر نہ آئے۔ بعض غیر از جماعت لڑکیاں نظر آ جاتی ہیں، انہوں نے اسکارف تو شاید اس ری ایکشن (Reaction) میں لیا ہوتا ہے کہ ہمیں کیوں اسکارف لینے سے روکا جا رہا ہے۔ لیکن ان کا جو لباس ہوتا ہے وہ Tight جین اور بلاؤز پہنے ہوتے ہیں۔ اس پردے کا کوئی فائدہ نہیں، وہ تو منافقت ہے۔ پردہ ایسا ہو جو پردہ بھی ہو اور وقار بھی ہو۔

پھر مجھے پتا چلا ہے کہ ایک جگہ عورتیں بیٹھی ہوئی تھیں تو ایک عہدیدار عورت نے دوسری کو کہا کہ حالات کی وجہ سے اب پردے میں ہمیں کچھ Relax ہونا چاہئے، اتنی سختی نہیں کرنی چاہئے۔ ٹھیک ہے Relax ہو جائیں تو جس طرح مَیں نے پہلے کہا ہے کہ پھر وہ اپنا حق استعمال کریں اور مَیں اپنا حق استعمال کروں گا۔ یہ تو نہیں ہے کہ آپ اپنے حق لیتی رہیں اور میرا حق کہیں کہ تم استعمال نہ کرو۔ میں نے تو بہرحال اس حکم کی پابندی کروانی ہے انشاء اللہ تعالیٰ، جو قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں دیا ہے۔ نہیں تو جیسا کہ مَیں نے کہا دروازہ کھلا ہے جو جانا چاہتا ہے چلا جائے۔

مجھے یہ سمجھ نہیں آتی کہ یہ کامپلیکس (Complex) کس وجہ سے ہے، کیسا ہے، کیوں ہے؟ یہاں کی لوکل برٹش عورتیں بھی ہیں، یورپ میں اور جگہ بھی احمدی ہوتی ہیں، لڑکیاں بھی ہیں، جماعت میں داخل ہو رہی ہیں۔ انہوں نے تو اسکارف پہننا شروع کر دیا ہے، اپنے سر ڈھانکنے شروع کر دیئے ہیں اور آپ لوگوں میں سے بعض ایسی ہیں جو احساسِ کمتری کا شکار ہو رہی

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

”عورتوں کو بھی اپنے گھروں میں نصیحت کرو کہ نماز کی پابندی کریں
اور ان کو گلہ شکوہ اور غیبت سے روکو، پاکیزگی اور راست بازی ان کو سکھاؤ“

(ملفوظات جلد ششم صفحہ 146)

طالب دُعا: قریشی محمد عبداللہ تیماپوری، سابق امیر ضلع وافراد خاندان ومرحومین، جماعت احمدیہ گلبرگہ (کرناٹک)

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

”انسان پر کبھی بھروسہ نہ کرو صرف خدا پر کرو
جب انسان پر بھروسہ کرو گے تب ہی خالی رہو گے اور کچھ حاصل نہ ہوگا“

(ملفوظات جلد 2 صفحہ 246)

طالب دُعا: افراد خاندان محترم ڈاکٹر خورشید احمد صاحب مرحوم جماعت احمدیہ ارول (بہار)

ہیں۔ ابھی کل ہی یہاں کی ایک انگریز لڑکی جو چند دن پہلے احمدی ہوئی ہے مجھے ملی ہے، اس کو تو اسکارف یا حجاب کی کوئی عادت نہیں تھی لیکن اس نے بڑا اچھا حجاب لیا ہوا تھا۔ یہ لوگ تو اس خوبصورت تعلیم پر عمل کرنے کیلئے اسے قبول کر رہے ہیں اور ہماری بعض خواتین احساسِ کمتری کا شکار ہیں اس پر سوائے اِنَّا لِلّٰہِ کے اور کیا کہا جا سکتا ہے۔

اگر کسی کے ذہن میں یہ خیال ہو کہ اس طرح سختی سے جماعت کم ہو گی، جماعت سے لوگ دوڑنا شروع ہو جائیں گے تو یاد رکھیں کہ جماعت کم نہیں ہو گی۔ ایسی تمام عورتیں بھی اگر چھوڑ دیں تو اللہ میاں کا وعدہ ہے اور اس کے مطابق وہ نئی قومیں عطا فرمائے گا۔ یہاں کے برٹش لوگوں میں سے بھی جو عورتیں آئی ہیں، احمدی ہوئی ہیں بڑی مخلص ہیں اور آئندہ بھی ان لوگوں میں سے ہی آپ دیکھیں گی کہ قطراتِ محبت ٹپکیں گے جو اسلام اور اسلام کی تعلیم سے محبت کرنے والے ہوں گے۔ ابھی جس کا میں نے ذکر کیا ہے کہ کل ہی مجھے ملی ہیں اور بہت ساری ایسی ہیں، اس وقت یہاں میرے سامنے بیٹھی ہوئی ہیں جو خود احمدی ہوئی ہیں اور پھر احمدیت میں ترقی کرتی چلی گئیں۔ یہاں آپ کی صدر صاحبہ ہیں یہ بھی تو پاکستانی نہیں، جرمن ہیں، پردہ کرتی ہیں، برقعہ پہنتی ہیں ان کو تو کوئی کامپلیکس نہیں۔ تو جیسا کہ مَیں نے ذکر کیا ہے وہ خاتون جو شاید عہدیدار بھی ہے، وہ پردے میں Relax ہونا چاہتی ہے۔ اصل بات جو مَیں سمجھتا ہوں یہ ہے کہ بنیادی طور پر وہ اعتراض مجھ پر کرنا چاہتی ہے کہ مَیں پردے کے معاملہ میں سختی کرتا ہوں۔ اس قسم کے لوگ جو گول مول باتیں کرتے ہیں یہ بھی منافقانہ حرکت ہے، پس اپنے آپ کو سنبھالیں۔ اور ان نئی احمدیوں سے میں کہتا ہوں جو ان قوموں میں سے آ رہی ہیں کہ اگر یہ پیدائشی احمدی اپنے پر اسلامی تعلیم لاگو نہیں کرنا چاہتیں تو ان کو نہ دیکھیں، آپ آگے بڑھیں اور ان لوگوں کیلئے نمونہ بن جائیں اور آگے بڑھ کر اسلام اور احمدیت کے حسن اور خوبیوں کو اس ماحول میں پھیلائیں۔

پردہ اور حیا ہر زمانے میں، ہر مذہب کی تعلیم رہی ہے۔ حضرت موسیٰ کے وقت میں بھی قرآن کریم میں جن دو عورتوں کا ذکر ہے کہ وہ ایک طرف کھڑی تھیں، اپنے جانوروں کو پانی نہیں پلا رہی تھیں تو وہ پردہ اور حیا کی وجہ سے ہی کھڑی تھیں کہ مرد جب فارغ ہو جائیں گے تب ہم آگے جائیں گی۔

پس حیا کو ایمان کا حصہ سمجھیں اور یہی ہمیں سکھایا گیا ہے۔ عیسائی عورتیں شروع زمانے میں پردہ کرتی تھیں، اپنے لباس ڈھانکے ہوئے پہنتی تھیں، بائبل میں پردے کی یہ تعلیم کئی جگہ درج ہے۔ اگر آج عیسائی پردہ نہیں کر رہے جن کو دیکھ کر آپ متاثر ہو رہی ہیں تو وہ اپنے دین کو بھول رہے ہیں۔ اگر اپنے دین کو یاد رکھیں، اس پر عمل کریں تو بیشمار برائیاں جو ان لوگوں میں راہ پا گئی ہیں وہ ختم ہو جائیں۔ یہاں میں آپ کی تسلی کیلئے، جن لوگوں کو کامپلیکس ہے ان کیلئے بائبل میں سے چند حوالے پیش کر دیتا ہوں، ایک حوالہ ہے: ”عورت مرد کا لباس نہ پہنے اور نہ مرد عورت کی پوشاک پہنے کیونکہ جو ایسے کام کرتا ہے وہ خداوند تیرے خدا کے نزدیک مکروہ ہے۔“

(استثناء باب 22 آیت 5)

اس کی ٹرانسلیشن میں شاید دقّت پیش آئے اس لئے مَیں اصل انگلش version بھی پڑھ دیتا ہوں۔

"A woman must not wear men's clothing, nor a man wear women's clothing, for the Lord your God detests anyone who does this."*(Deuteronomy 22:5)*

پھر بائبل میں لکھا ہے: ”حسن دھوکا اور جمال بے ثبات ہے۔ لیکن وہ عورت جو خداوند سے ڈرتی ہے ستودہ ہو گی۔“ (امثال باب 31 آیت 30)

اس کا انگلش ترجمہ یہ ہے:

"Favour is deceitful, and beauty is vain: but a woman that feareth the Lord, she shall be praised."*(Proverbs 31:30)*

پھر ایک جگہ لکھا ہے: ”اسی طرح عورتیں حیادار لباس سے شرم اور پرہیزگاری کے ساتھ اپنے آپ کو سنواریں نہ کہ بال گوندھنے اور سونے اور موتیوں اور قیمتی پوشاک سے۔ بلکہ نیک کاموں سے جیسا خدا پرستی کا اقرار کرنے والی عورتوں کو مناسب ہے۔“

(ا۔ تیمتھیس باب 2 آیت 10,9)

"I also want women to dress modestly, with decency and propriety, not with braided hair or gold or pearls or expensive clothes, but with good deeds, appropriate for women who profess to worship God." (Timothy 2:9-10)

پھر ایک ہے: ”جو مرد سر ڈھنکے ہوئے دعا یا نبوت کرتا ہے وہ اپنے سر کو بے حرمت کرتا ہے اور جو عورت بے سر ڈھنکے دعا یا نبوت کرتی ہے وہ اپنے سر کو بے حرمت کرتی ہے کیونکہ وہ سر مُنڈی کے برابر ہے۔ اگر عورت اوڑھنی نہ اوڑھے تو بال بھی کٹائے۔ اگر عورت کا بال کٹانا یا سر منڈانا شرم کی بات ہے تو اوڑھنی اوڑھے۔ البتہ مرد کو اپنا سر ڈھانکنا نہ چاہئے کیونکہ وہ خدا کی صورت اور اس کا جلال ہے مگر عورت مرد کا جلال ہے۔“ (1۔ کرنتھیوں باب 11 آیت 4 تا 7)

تو اسلام پر تو یہ لوگ اعتراض کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ یہ ضمنی بات بھی آ گئی کہ مرد کو عورت سے superior تو یہ لوگ سمجھتے ہیں۔ کیونکہ مرد کا اپنا ایک مقام ہے عورت کا مقام نہیں۔ تو بہرحال یہ تو ضمنی بات تھی، اس وقت تو بحث نہیں ہو سکتی۔ اس کا انگلش Version یہ ہے کہ:

"Any man who prays or prophesies with something on his head,disgraces his head, but any woman who prays or prophesies with her head unveiled disgraces her head. It is one and the same thing as having her head shaved. For if a woman will not veil herself, then she should cut off her hair; but if it is disgraceful for a woman to have her hair cut off or to be shaved, she should wear a veil. For a man aught not to have his head veiled, since he is the immage and reflection of God; but woman is the reflection of man."*(Corinthians 11:4 - 7)*

تو یہ سب دیکھنے کے بعد آپ لوگوں کو مضبوط ہونا چاہئے، مزید مضبوط ہونا چاہئے کہ آپ تو اپنی تعلیم پر عمل کرنے والی ہیں جو اسلام کی خوبصورت تعلیم ہے اور جو زندہ خدا کے ساتھ تعلق جوڑنے والی ہے۔ جبکہ یہ مغربی معاشرہ مذہبی دیوالیہ ہو چکا ہے، اپنے دین کی ہدایات کو بھلا بیٹھا ہے۔ پس ان کو کہیں کہ ہمارے خلاف باتیں کرنے کی بجائے، مضمون لکھنے کی بجائے، قانون بنانے کی بجائے، بیان دینے کی بجائے اپنی فکر کرو، ہمارے سر ننگے کرنے کی بجائے جو ہم اپنی خوشی سے ڈھانپتی ہیں، اپنی تعلیم کے مطابق اپنی عورتوں کے سر ڈھانپو۔

پس مَیں دوبارہ یہ کہتا ہوں کہ بجائے یہ کہنے کے کہ پردہ میں نرمی کرو یا مجھے ڈھکے چھپے الفاظ میں یہ کہنے کے کہ پردہ کے معاملہ میں سختی کرتا ہے، اپنے احساسِ کمتری کو ختم کریں جن میں بھی یہ احساسِ کمتری ہے اور اس تعلیم پر عمل کریں جو اللہ تعالیٰ نے ہمیں دی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مرد اور عورت دونوں کو برائیوں سے بچنے کی تلقین کی ہے۔ مرد کو عورت سے پہلے اس بات کی تلقین کی ہے کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھو، اپنی نظریں نیچی رکھو۔ پھر عورت کو حکم دیا ہے کہ نظریں نیچی رکھو۔ اور مرد میں عورت کی نسبت کیونکہ بیباکی زیادہ ہوتی ہے اس لئے عورت کو حکم دیا کہ گو کہ نظر نیچی رکھنے اور شرم گاہوں کی حفاظت کرنے کا دونوں کو حکم ہے تاہم مرد کی فطرت کی وجہ سے تمہارے لئے بہتر یہ ہے کہ تم اپنی زینت کو ڈھانکو تا کہ مرد کی بے محابا اٹھی ہوئی نظر سے بچ سکو۔

بعض لوگ یہ بھی اعتراض کرتے ہیں کہ پہلے خلفاء نے پردہ کے بارہ میں اتنی سختی نہیں کی تھی تو چند حوالے وہ بھی میں آپ کے سامنے رکھ دیتا ہوں تا کہ تسلی ہو جائے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں: ”یورپ کی طرح بے پردگی پر بھی لوگ زور دے رہے ہیں لیکن یہ ہرگز مناسب نہیں۔ یہی عورتوں کی آزادی فسق و فجور کی جڑ ہے۔ جن ممالک نے اس قسم کی آزادی کو روا رکھا ہے ذرا ان کی اخلاقی حالت کا اندازہ کرو۔ اگر اس کی آزادی اور بے پردگی سے ان کی عفت اور پاکدامنی بڑھ گئی ہے تو ہم مان لیں گے کہ ہم غلطی پر ہیں۔ لیکن یہ بات بہت ہی صاف ہے کہ جب مرد اور عورت جوان ہوں اور آزادی اور بے پردگی بھی ہو تو ان کے تعلقات کس قدر خطرناک ہوں گے۔ بدنظر ڈالنی اور نفس کے جذبات سے اکثر مغلوب ہو جانا انسان کا خاصہ ہے۔ پھر جس حالت میں کہ پردہ میں بے اعتدالیاں ہوتی ہیں اور فسق و فجور کے مرتکب ہو جاتے ہیں تو آزادی میں کیا کچھ نہ ہو گا۔“

(ملفوظات جلد چہارم صفحہ 104، جدید ایڈیشن)

پھر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کا بھی اس بارہ میں ایک بیان ہے، فرماتے ہیں: ”شرعی پردہ جو قرآن شریف سے ثابت ہے یہ ہے کہ عورت کے بال، گردن اور چہرہ کانوں کے آگے تک ڈھکا ہوا ہو۔ اس حکم کی تعمیل میں مختلف ممالک میں اپنے حالات اور لباس کے مطابق پردہ کیا جا سکتا ہے۔“

(الفضل مؤرخہ 3 ؍نومبر 1924ء)

پھر فرماتے ہیں کہ ”ہاتھ کے جوڑ کے اوپر (ہاتھ کا اشارہ کر کے بتایا کہ ”یہاں سے“) سارے کا سارا حصہ پردہ میں شامل ہے۔“

(الازہار لذوات الخمار حصہ دوم صفحہ 150)

پھر حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ کا بیان بھی بڑا سخت ہے، یہ بھی غور سے سن لیں۔ ناروے میں لجنہ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا تھا: ”میں ایسی خواتین سے جو یہاں پردہ کو ضروری نہیں سمجھتیں پوچھتا ہوں کہ انہوں نے پردہ کو ترک کر کے اسلام کی کیا خدمت کی ہے...... آج بعض یہ کہتی ہیں کہ ہمیں یہاں پردہ نہ کرنے کی اجازت دی جائے۔ پھر کہیں گی کہ ننگ دھڑنگ سمندر میں نہانے اور ریت پر لیٹنے کی اجازت دی جائے۔ پھر کہیں گی شادی سے پہلے بچہ جننے کی اجازت دی جائے۔ مَیں کہوں گا پھر تمہیں دوزخ میں جانے کیلئے بھی تیار رہنا چاہئے...... وہ اپنے آپ کو ٹھیک کر لیں قبل اس کے کہ خدا کا قہر نازل ہو۔“

(دورہ مغرب اگست 1980ء صفحہ 239,238)

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

”بیعت کی اغراض کے ساتھ جو خدا ترسی اور تقویٰ پر مبنی ہے دنیا کے اغراض کو ہرگز نہ ملاؤ، نمازوں کی پابندی کرو اور توبہ و استغفار میں مصروف رہو، نوع انسان کے حقوق کی حفاظت کرو اور کسی کو دکھ نہ دو، راست بازی اور پاکیزگی میں ترقی کرو تو اللہ تعالیٰ ہر قسم کا فضل کر دے گا“ (ملفوظات جلد ششم صفحہ 146)

طالبِ دُعا: سید ادریس احمد (جماعت احمدیہ ترپورہ، صوبہ تامل ناڈو)

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم وعلیٰ عبدہ المسیح الموعود

تیرے کلام میں جو تیرے منہ سے نکلتا ہے برکت رکھی جاتی ہے

(تذکرہ، صفحہ 168)

(الہام سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام)

Courtesy:Alladin Builders e-mail: khalid@alladinbuilders.com

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ فرماتے ہیں کہ ’’کیونکہ میں محسوس کررہا تھا کہ دنیا میں اکثر جگہ پردہ اس طرح غائب ہورہا ہے کہ گویا اس کا وجود ہی کوئی نہیں اوراس کے نتیجے میں جوانتہائی خوفناک ہلاکتیں سامنے کھڑی قوم کوآنکھیں پھاڑے دیکھ رہی ہیں، ان ہلاکتوں کا کوئی احساس نہیں ہے۔ ماں باپ اپنی بے عملی اور غفلتوں کے نتیجے میں اپنی نئی نسلوں کو ایک معاشرتی جہنم میں جھونک رہے ہیں اورکوئی نہیں جواس کی پرواہ کرے۔ یہ صورتِ حال ساری دنیا میں اتنی سنگین ہوتی جارہی ہے کہ مجھے خیال آیا کہ اگراحمدیوں نے فوری طور پر اسلام کے دفاع کا جھنڈا اپنے ہاتھ میں نہ لیا تو معاملہ حد سے آگے بڑھ جائے گا۔‘‘

پھر آپ نے فرمایا: ’’پھرایسی خواتین ہیں جن کو باہر تو نکلنا پڑتا ہے لیکن وہ سنگھار پٹار کر کے نکلتی ہیں۔ اب کام کا سنگھار پٹار سے کیا تعلق ہے؟‘‘

پھر آپ فرماتے ہیں: ’’عورتیں سمجھتی ہیں کہ اگر ہم اس دنیا میں جہاں سے پردے اٹھ رہے ہیں اپنی سہیلیوں کے سامنے برقع پہن کرجائیں گی تو وہ کہیں گی کہ یہ اگلے وقتوں کی ہیں، پگلی ہیں، پاگل ہوگئی ہیں، یہ کوئی برقعوں کا زمانہ ہے اور یہی بات مردوں کو بھی تکلیف دیتی ہے۔ حالانکہ وہ اس بات کو بھول جاتے ہیں کہ عزتِ نفس اوردوسرے کا کسی کی عزت کرنا انسان کے اپنے کردار سے پیدا ہوتا ہے۔ دنیا کی نظر میں لباس کی کوئی بھی حیثیت نہیں رہتی۔ اگر کوئی آدمی صاحبِ کردار ہو تو اس کی عزت پیدا ہوتی ہے اور یہ عزت سب سے پہلے اپنے نفس میں پیدا ہونی چاہئے۔‘‘

(خطبات طاہر جلد اوّل صفحہ 361 تا 367)

پھر آپ نے فرمایا: ’’یہاں پرورش پانے والی بچیاں اپنے سر کے بالوں کے بارے میں ایک ذہنی الجھن میں مبتلا ہیں۔ وہ سمجھتی ہیں کہ بالوں کو ڈھانک کر رکھنا ایک دقیانوسی بات ہے (بڑی Backwardness ہے) اس لئے وہ اللہ تعالیٰ کی طرف نیم دلی سے قدم اٹھاتی ہیں نہ کہ بشاشتِ قلبی سے۔ وہ دراصل یہ کہہ رہی ہوتی ہیں کہ اے خدا توہمیں اسی طور سے قبول فرمالے کہ ہم دوپٹہ اوڑھے ہوئے ہیں مگر اس طور سے جس طور سے یہودی اپنے سر کی پشت پر ایک چھوٹی سی ’’چپنی نما‘‘ ٹوپی پہنے ہوئے ہوتا ہے۔ پس تو اپنی طرف اٹھا ہوا یہ ادھورا قدم بھی قبول فرمالے۔ لیکن اگر آپ سب کچھ خدا کی خاطر کرتی ہیں تو پھر یہ بالکل نامناسب ہے۔ یاد رکھیں کہ عورتوں کے خدوخال کا سب سے دلکش حصہ ان کے بال ہوتے ہیں، بالخصوص جب کہ وہ سامنے کی طرف لٹکے ہوئے ہوں۔ بعض لڑکیوں کو مَیں نے دیکھا کہ جب وہ دوپٹہ اپنے سر پر کھینچتی ہیں تو ایسے طریق سے کہ جس سے ان کے بال سامنے کی طرف جھک آئیں۔ (آپ یہ دیکھیں کہ) کیا مَیں خداتعالیٰ کی زیادہ پرواہ کرتی ہوں یا انسانوں کی؟‘‘ (بچوں کی اردو کلاس مؤرخہ 06.06.98)

تو یہ تھے مختلف خلفاء کے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بیان۔ بعض لوگوں میں جو یہ سوچ پیدا ہوگئی ہے کہ فلاں خلیفہ نے تو ایسا نہیں کہا تھا اور فلاں خلیفہ کہہ رہا ہے۔ تو پہلی بات یہ ہے کہ آپ لوگ بغیر علم کے خلفاء پر بدظنی کر رہی ہیں کہ نعوذ باللہ وہ اللہ تعالیٰ کے بنیادی حکم پر عمل نہیں کروانا چاہتے تھے۔ جتنے خلفاء پہلے گزرے ہیں میں نے سب کا بیان پڑھ دیا تاکہ آپ لوگوں میں سے جس کسی کے ذہن میں بھی یہ غلط فہمی یا خنّاس تھا تو وہ دور ہوجائے۔

دوسری بات یہ کہ بعض حالات میں کوئی خلیفہ کسی بات پر زیادہ زور دیتا ہے اور کوئی کسی بات پر۔ اس لئے یہ کہنا کہ پہلے خلیفہ نے اس بارہ میں یہ بات کی تھی، تم بھی اس بارے میں اسی طرح کرو یہ تو خلافت کو پابند کرنے والی بات ہے اوراس کی بے ادبی ہے اور یہ ظاہر کرتی ہے کہ آپ نے بیعت صرف معاشرے کے دباؤ، ماں باپ کے دباؤ، خاوند کے دباؤ یا بچوں کے دباؤ کی وجہ سے کی ہے، دل سے نہیں کی۔ اگر دل سے بیعت کی ہو تو تمام معروف فیصلوں پر عمل کرنے کا جو عہد آپ نے کیا ہے وہ آپ کے سامنے ہو اور کبھی ایسی بات نہ نکلے کہ یہ فیصلہ کیوں کیا اور یہ فیصلہ کیوں نہیں کیا؟ میں پھر واضح کردوں کہ وہ چند ایک لوگ میرے زیادہ مخاطب ہیں جو ایسی باتیں کرتے ہیں، سارے نہیں کہ اگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جماعت سے منسلک رہنا ہے تو قرآنِ کریم اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے واضح احکامات کی پابندی کرنی ہوگی۔ پھر جیسا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے فرمایا تھا دوعملی نہیں چلے گی۔ یا خدا سے ڈریں یا بندے سے ڈریں۔

پس آج ہر احمدی عورت کی غیرت کا تقاضہ یہ ہے کہ بجائے لوگوں سے ڈرنے کے آج جبکہ اس معاشرے میں اسلام کے خلاف نفرتوں کے بیج بوئے جارہے ہیں، طوفانِ بدتمیزی پیدا کرنے کیلئے فضا ہموار کی جارہی ہے، اعلان کر کر کے ہر ایک کو بتائیں کہ تم چاہے جتنی مرضی پابندیاں لگا لو ہمارے دلوں سے، ہمارے چہروں سے، ہمارے عملوں سے اس خوبصورت تعلیم کو نہیں چھین سکتے اور اگر تم لوگ مذہب سے دور جارہے ہو، دور ہٹ رہے ہو، تباہی کے گڑھے میں گر رہے ہو تو ہم تمہارے ساتھ اس جہنم میں گرنے کیلئے تیار نہیں ہیں۔ بلکہ ہم دعا کرتے ہیں کہ خدا تعالیٰ انسانیت کو اپنے برے کرتوتوں اور عملوں کے بھیانک انجام سے بچائے۔ آؤ اور ہمارے ساتھ شامل ہوجاؤ۔ اور ہمارے ساتھ شامل ہو کر اللہ کے حکموں پر عمل کرتے ہوئے اس کی رضا حاصل کرنے کی کوشش کرو کہ اسی میں تمہارے دلوں کا سکون اور تمہاری نسلوں کی بقا ہے۔ مجھے امید ہے کہ ہر باغیرت احمدی عورت جس کے دل میں کبھی ہلکا سا بھی اللہ تعالیٰ کے کسی حکم کے بارے میں کوئی شائبہ پیدا ہوتا ہے وہ اس کو اپنے دل سے نوچ کر باہر پھینک دے گی اور حقیقی مسلمات، مومنات، قانتات، تائبات اور عابدات میں شامل ہو جائے گی۔ اللہ کرے کہ ایسا ہی ہو۔ آمین۔

اللہ تعالیٰ آپ سب کو خیریت سے اپنے اپنے شہروں میں لے کر جائے، گھروں میں لے کر جائے۔ اللہ حافظ وناصر ہو۔

(بشکریہ اخبار الفضل انٹرنیشنل 5/جنوری 2007)

......☆......☆......☆......

بقیہ خطبہ بطرز سوال وجواب از صفحہ 18

کثرت سے تیرا ذکر کرسکوں اور تیری باتوں پر عمل کرسکوں اور تیرے احکام کی پابندی کرسکوں۔ حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ مَیں بکثرت یہ دعا مانگتا ہوں۔

سوال شکر کا سرچشمہ کیا ہے؟

جواب حضور انور نے فرمایا: عبداللہ بن عمروؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: حمد شکر کا سرچشمہ ہے جس نے اللہ تعالیٰ کی حمد نہیں کی اس نے اللہ کا شکر بھی ادا نہیں کیا۔

سوال حضور انور نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اللہ تعالیٰ کی محبت میں کہے گئے عربی اشعار کا کیا ترجمہ پیش فرمایا؟

جواب حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا: اے وہ ذات جس نے اپنی نعمتوں سے اپنی مخلوق کا احاطہ کیا ہوا ہے ہم تیری تعریف کرتے ہیں اور تعریف کی طاقت نہیں ہے۔ مجھ پر رحمت اور شفقت کی نظر کر، اے میری پناہ! اے حزن و کرب کو دور فرمانے والے! میں تو مرجاؤں گا لیکن میری محبت نہیں مرے گی۔ (قبر کی) مٹی میں بھی تیرے ذکر کے ساتھ ہی میری آواز جانی جائی گی۔ میری آنکھ نے تجھ سا (کوئی) محسن نہیں دیکھا۔ اے احسانات میں وسعت پیدا کرنے والے اور اے نعمتوں والے! جب میں نے تیرے لطف کا کمال اور بخششیں دیکھیں تو مصیبت دور ہو گئی اور (اب) میں اپنی مصیبت کو محسوس ہی نہیں کرتا۔

سوال حضرت مصلح موعودؓ نے حمد کی کیا تعریف بیان فرمائی ہے؟

جواب حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں: حمد کے معنی تعریف کے ہیں۔ عربی میں تعریف کے لئے کئی الفاظ آتے ہیں۔ حمد، مدح، شکر، ثنا۔ اللہ تعالیٰ نے حمد کا لفظ چنا ہے جو بلاوجہ نہیں۔ شکر کے معنی احسان کے اقرار اور اس پر قدردانی کے اظہار کے ہوتے ہیں اور جب اللہ تعالیٰ کے متعلق یہ لفظ استعمال ہو تو صرف قدردانی کے معنی ہوتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ حمد اس سے زیادہ مکمل لفظ ہے کیونکہ حمد صرف احسان کے اقرار کا نام نہیں ہے بلکہ ہر حسین شئے کے حسن کے احساس اور اس پر اظہار پسندیدگی اور قدردانی کا نام بھی ہے۔ پس یہ لفظ زیادہ وسیع ہے۔

سوال حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے حمد کے کیا معنے بیان فرمائے ہیں؟

جواب حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں: حمد اس تعریف کو کہتے ہیں جو کسی صاحب اقتدار شریف ہستی کے اچھے کاموں پر اس کی تعظیم وتکریم کے ارادہ سے زبان سے کی جائے۔ اور کامل ترین حمد ربّ جلیل سے مخصوص ہے۔ اکثر علماء کے نزدیک لفظ شکر، حمد سے اس پہلو میں فرق رکھتا ہے کہ وہ ایسی صفات سے مختص ہے کہ جو دوسروں کو فائدہ پہنچانے والی ہوں اور لفظ مدح لفظ حمد سے اس بات میں مختلف ہے کہ مدح کا اطلاق غیر اختیاری خوبیوں پر بھی ہوتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب کو حمد سے شروع کیا ہے نہ کہ شکر اور مدح سے۔ کیونکہ لفظ حمد ان دونوں الفاظ کے مفہوم پر پوری طرح حاوی ہے۔

سوال لفظ حمد میں کیا اشارہ پایا جاتا ہے؟

جواب حضور انور نے فرمایا: لفظ حمد میں ایک اور اشارہ بھی ہے اور وہ یہ کہ اللہ تبارک تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے (میرے) بندو! میری صفات سے مجھے شناخت کرو اور میرے کمالات سے مجھے پہچانو۔ میں ناقص ہستیوں کی مانند نہیں بلکہ میری حمد (کا مقام) انتہائی مبالغہ سے حمد کرنے والوں سے بڑھ کر ہے اور تم آسمانوں اور زمینوں میں کوئی قابل تعریف صفات نہیں پاؤ گے جو تمہیں میری ذات میں نہ مل سکیں۔ اور اگر تم میری قابل حمد صفات کو شمار کرنا چاہو تو تم ہرگز انہیں نہیں گن سکو گے۔

سوال حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے حقیقی بصیرت کے حصول اور شیطانی وساوس سے بچنے کا کیا طریق بیان فرمایا؟

جواب حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا: یہ ضروری اور بہت ضروری ہے کہ ہر ایک شخص اللہ تعالیٰ سے پورے تذلّل اور انکسار کے ساتھ ہر وقت دعا مانگتا رہے کہ وہ اُسے سچی معرفت اور حقیقی بصیرت اور بینائی عطا کرے اور شیطان کے وساوس سے محفوظ رکھے۔ دعا سے، توبہ سے کام لو اور صدقات دیتے رہو تا کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم کے ساتھ تم سے معاملہ کرے۔

سوال اللہ تعالیٰ کا سب سے زیادہ شکر گزار بندہ کون ہے؟

جواب حضور انور نے فرمایا: حضرت اشعث بن قیسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ لوگوں میں سے اللہ تعالیٰ کا سب سے زیادہ شکر گزار بندہ وہ ہے جو ان میں سے لوگوں کا سب سے زیادہ شکر گزار ہو۔

سوال حضور انور نے جلسہ کے کارکنان کا کن الفاظ میں شکریہ ادا کیا؟

جواب حضور انور نے فرمایا: مَیں ان تمام کارکنان کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں، ان کا شکر گزار ہوں جن میں ایک بہت بڑی تعداد نوجوانوں کی بھی ہے جنہوں نے رات دن ایک کرکے، انتھک محنت کر کے بڑی خوش اسلوبی سے تمام کاموں کو سرانجام دیا۔ اور حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے مہمانوں کی مہمان نوازی میں حتی الوسع کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر دے، اپنے بے انتہا فضلوں سے نوازے۔ مجھے بڑی فکر تھی لیکن آپ نے میری فکر کو دور کیا۔ اس شکر گزاری کے میرے پاس الفاظ نہیں ہیں۔ جس طرح اس جلسہ میں تمام مہمانوں اور میزبانوں نے میرے لئے سکون کے سامان بہم پہنچائے، محبت ووفا کے معیار قائم کئے، اللہ تعالیٰ آپ کی نسلوں کو بھی اپنے فضلوں سے نوازتا رہے اور آپ کی جماعت اور خلافت سے یہ محبت ہمیشہ قائم رہے۔

سوال حضرت مسیح موعودؑ نے مخالفوں کی ناکامی اور جماعت کے غلبے کے متعلق کیا پیشگوئی فرمائی؟

جواب حضور انور نے فرمایا: ہر ایک مخالف کو چاہئے کہ جہاں تک ممکن ہو اس سلسلہ کے نابود کرنے کے لئے کوشش کرے اور ناخنوں تک زور لگاوے اور پھر دیکھے کہ انجام کار وہ غالب ہوا یا خدا۔ پہلے اس سے ابوجہل اور ابولہب اور ان کے رفیقوں نے حق کے نابود کرنے کے لئے کیا کیا زور لگائے تھے۔ مگر اب وہ کہاں ہیں۔ وہ فرعون جو موسیٰ کو ہلاک کرنا چاہتا تھا اب اس کا کچھ پتہ ہے؟ پس یقیناً سمجھو کہ صادق ضائع نہیں ہوسکتا۔ وہ فرشتوں کی فوج کے اندر پھرتا ہے۔ بدقسمت وہ جو اس کو شناخت نہ کرے۔

......☆......☆......☆......

IMPERIAL GARDEN FUNCTION HALL

a desired destination for royal weddings & celebrations.

2 - 14 -122 / 2 - B , Bushra Estate

HYDRABAD ROAD, YADGIR - 585201

Contact Number : 09440023007, 08473296444

آنحضرت ﷺ کے عظیم المرتبت بدری صحابی حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کے اوصافِ حمیدہ کا ایمان افروز تذکرہ

خطبہ جمعہ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ فرمودہ 21/اگست 2020 بطرز سوال و جواب

بمنظوری سیّدنا حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

سوال حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے حضرت زبیر بن عوامؓ کے کیا کوائف بیان فرمائے؟

جواب حضور انور نے فرمایا: حضرت زبیر بن عوامؓ کے والد کا نام عَوّام بن خُوَیلِد تھا اور والدہ کا نام صَفِیَّہ بنت عبدالمُطَّلِب تھا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی تھیں۔ آپ کا سلسلہ نسبت قُصَیّ بن کِلَاب پر جا کر نبی کریمؐ سے مل جاتا ہے۔ آپ زوجہ رسولؐ حضرت خدیجہؓ کے بھتیجے تھے۔ آپ کی شادی حضرت اسماء بنت حضرت ابوبکرؓ سے ہوئی تھی۔ آپ نبی کریمؐ کے ہم زلف بھی تھے۔

سوال حضور انور نے حضرت زبیر بن عوامؓ کی کیا خصوصیات بیان فرمائیں؟

جواب حضور انور نے فرمایا: حضرت زبیرؓ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد اسلام قبول کیا۔ اسلام قبول کرنے والوں میں وہ چوتھے یا پانچویں شخص تھے۔ آپ نے بارہ سال کی عمر میں اسلام قبول کیا۔ حضرت زبیرؓ اُن دس خوش قسمت صحابہ میں سے تھے جن کو حضرت رسول کریمؐ نے ان کی زندگی میں ہی جنت کی بشارت دے دی تھی اور ان چھ اصحابِ شوریٰ میں سے ایک ہیں جنہیں حضرت عمرؓ نے اپنی وفات سے قبل اگلا خلیفہ منتخب کرنے کے لیے نامزد فرمایا تھا۔

سوال حضرت زبیرؓ کی والدہ بچپن میں ان کے ساتھ کیا سلوک کیا کرتی تھیں؟

جواب حضور انور نے فرمایا: جب حضرت زبیرؓ کے والد عَوّام کا انتقال ہوا تو ان کے بھائی نَوفل بن خُوَیلِد زبیر کی پرورش کرتے تھے۔ حضرت صفیہؓ جو حضرت زبیرؓ کی والدہ تھیں انہیں مارتی تھیں یا ڈانٹتی تھیں۔ ان کے چچا نے حضرت صفیہؓ کو کہا کہ کیا اس طرح بچوں کو مارا جاتا ہے؟ تم تو ایسے مارتی ہو جیسے اس سے ناراض ہو۔

سوال حضرت صفیہؓ نے نوفل بن خویلد کو کیا جواب دیا؟

جواب حضور انور نے فرمایا: حضرت صفیہ نے کہا کہ جو اس بات کا قائل ہے کہ میں اس سے ناراض ہوں تو وہ جھوٹا ہے۔ میں اس پہ اس لیے سختی کرتی ہوں تا کہ یہ بہادر بنے اور لشکروں کو شکست دے اور مقتول کا سامان لے کر لوٹے اور اپنے مال کے لیے چھپ کر نہ بیٹھے کہ گھر میں بیٹھا کھجوریں اور اناج کھاتا پھرے۔

سوال حضور انور نے حضرت صفیہؓ کے اس رویے پر کن خیالات کا اظہار فرمایا؟

جواب حضور انور نے فرمایا: بہرحال یہ سوچ تھی ان کی کہ بہادر بنانے کا یہ طریقہ ہے۔ ضروری نہیں کہ ہم کہیں کہ یہ بڑا اچھا طریق ہے۔ اس سے اعتماد میں کمی آتی ہے۔ اس وقت جو سختی تھی اللہ تعالیٰ نے انہیں اس مار کے بداثرات سے بچایا۔ ماں کی ممتا مشہور ہے۔ پیار بھی کرتی ہوں گی۔ یہاں اگر آج کل کسی نے آزمانے کی کوشش کی تو یہاں تو سوشل سروس والے فوراً آ جائیں گے اور بچوں کو لے جائیں گے۔ اس لیے مائیں کہیں یہ طریقہ آزمانے کی کوشش نہ کریں۔

سوال حضرت زبیرؓ کو قبول اسلام کی وجہ سے کیا کیا تکلیفیں اُٹھانی پڑیں؟

جواب حضور انور نے فرمایا: زبیر بن عوامؓ کو ان کا چچا بہت تکلیفیں دیتا تھا۔ چٹائی میں لپیٹ دیتا تھا اور نیچے سے دھواں دیتا تھا تا کہ ان کا سانس رک جائے اور پھر کہتا تھا کہ کیا اب بھی اسلام سے باز آؤ گے یا نہیں؟ مگر وہ ان تکالیف کو برداشت کرتے اور جواب میں یہی کہتے کہ میں صداقت کو پہچان کر اس سے انکار نہیں کر سکتا۔

سوال حضور انور نے حضرت زبیرؓ کے بیٹے عبداللہ کی پیدائش اور انکی بیعت کے کیا واقعات بیان کیے؟

جواب حضور انور نے فرمایا: حضرت زبیرؓ اور حضرت اسماءؓ کے ہاں قبا میں بیٹا پیدا ہوا۔ آنحضرتؐ نے اس کا نام عبداللہ رکھا۔ حضرت اسماءؓ اسے لیکر نبی کریمؐ کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ آپؐ نے اسے اپنی گود میں رکھا اور اس کے منہ میں اپنا لعاب ڈالا۔ پھر آپؐ نے کھجور چبا کر اس کے منہ میں ڈالی اور اس کے لیے برکت کی دعا کی اور وہ پہلا بچہ تھا جو اسلام میں پیدا ہوا۔ جب وہ سات آٹھ سال کے ہوئے تو اپنے والد کے حکم سے نبی کریمؐ کی بیعت کے لیے آئے۔ جب رسول اللہؐ نے انہیں اپنی جانب آتے ہوئے دیکھا تو آپؐ نے تبسم فرمایا اور پھر اس کی بیعت لی۔

سوال حضرت زبیرؓ نے اپنے بیٹوں کے نام کن کے نام پر رکھے؟

جواب حضور انور نے فرمایا: حضرت زبیرؓ نے اپنے بیٹوں کے نام شہداء کے نام پر رکھے تھے تا کہ شاید اللہ انہیں شہادت نصیب کرے۔ عبداللہ کا نام عبداللہ بن جَحشؓ کے نام پر۔ مُنذِر کا نام منذر بن عَمروؓ کے نام پر۔ عروہ کا نام عُروہ بن مسعودؓ کے نام پر۔ حمزہ کا نام حمزہ بن عبدالمطلبؓ کے نام پر۔ جعفر کا نام جعفر بن ابوطالبؓ کے نام پر۔ مُصعب کا نام مصعب بن عُمیرؓ کے نام پر۔ عُبَیدہ کا نام عبیدہ بن حارث کے نام پر۔ خالد کا نام خالد بن سعید کے نام پر اور عَمرو کا نام عمرو بن سعید کے نام پر رکھا۔

سوال حضور انور نے حضرت زبیرؓ کی آنحضورؐ سے محبت کا کیا ایمان افروز واقعہ بیان فرمایا؟

جواب حضور انور نے فرمایا: ایک دفعہ حضرت زبیر کو اچانک آواز آئی کہ محمدؐ کو قتل کر دیا گیا ہے۔ وہ فوراً اپنی تلوار کو نیام سے نکالتے ہوئے اپنے گھر سے نکلے۔ راستے میں رسول اللہؐ نے دیکھ لیا اور پوچھا زبیرؓ رک جاؤ کیا بات ہے؟ انہوں نے عرض کیا مجھے کہیں سے آواز آئی کہ آپؐ کو شہید کر دیا گیا ہے۔ آپؐ نے پوچھا اگر مجھے شہید کر دیا تو پھر تم کیا کر سکتے تھے؟ کہنے لگے اللہ کی قسم! مَیں نے ارادہ کیا کہ تمام اہل مکہ کو قتل کر دوں۔ نبی کریمؐ نے آپؓ کے لیے اس وقت خصوصی دعا فرمائی۔ ایک روایت میں درج ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کی تلوار کے لیے بھی دعا فرمائی۔

سوال حضور انور نے حضرت زبیرؓ کی آنحضورؐ کے ساتھ غزوات میں شرکت کے متعلق کیا بیان فرمایا؟

جواب حضور انور نے فرمایا: حضرت زُبیرؓ غزوۂ بدر، احد اور دیگر تمام غزوات میں رسول اللہؐ کے ساتھ شریک رہے۔ غزوۂ احد میں آنحضرتؐ کے ساتھ ثابت قدم رہے۔ آپؐ سے موت پر بیعت کی۔ فتح مکہ کے موقع پر مہاجرین کے تین جھنڈوں میں سے ایک جھنڈا حضرت زبیرؓ کے پاس تھا۔ بدر کے دن نبی کریمؐ کے ساتھ صرف دو گھوڑے تھے جن میں سے ایک پر حضرت زبیرؓ سوار تھے۔ جنگ بدر میں حضرت زبیرؓ نے زرد عمامہ باندھا ہوا تھا آنحضرتؐ نے فرمایا کہ فرشتے زبیرؓ کے مشابہ اترے ہیں۔

سوال غزوہ احد کے دن حضرت صفیہؓ نے آنحضرتؐ سے کیا وعدہ کیا تھا؟

جواب حضور انور نے فرمایا: غزوہ احد کے روز حضرت صفیہؓ شہدا کی لاشوں کو دیکھنے لیے نکلیں۔ نبی کریمؐ نے فرمایا انہیں روکو۔ حضرت زبیرؓ نے انہیں نبی کریمؐ کا پیغام دیا تو انہوں نے کہا کہ میں اپنے بھائی حمزہؓ کے کفن کے لیے دو کپڑے لائی ہوں۔ میں انشاء اللہ صبر کروں گی اور اس کا اجر اللہ سے چاہوں گی۔ اس پر نبی کریمؐ نے فرمایا کہ صفیہؓ کو اپنے بھائی کی لاش پر جانے دو۔ وہ آگے بڑھیں، لاش کو دیکھا اور اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ پڑھا اور ان کے لیے دعائے مغفرت کی۔

سوال غزوہ احد کے دن حضرت حمزہؓ کی تدفین کے وقت کیا واقعہ پیش آیا؟

جواب حضور انور نے فرمایا: جب حضرت حمزہؓ کو دو چادروں میں کفن دے کر دفنایا جانے لگا تو صحابہ نے دیکھا کہ ایک انصاری بھی شہید ہو کر اسی حالت میں پڑے ہیں جس میں حضرت حمزہؓ تھے۔ انہیں اس بات سے شرم محسوس ہوئی کہ ان کا ایک انصاری بھائی بنا کفن کے دفن ہو۔ پس انہوں نے ایک ایک کپڑے میں دونوں کو دفن کر دیا۔

سوال آنحضرتؐ نے حضرت زبیرؓ کو کیا لقب عطا فرمایا تھا؟

جواب حضور انور نے فرمایا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر نبی کا حواری ہوتا ہے اور میرے حواری زبیر ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے ایک شخص کو کہتے سنا جو کہتا تھا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حواری کا بیٹا ہوں۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے دریافت کیا گیا کہ حضرت زبیرؓ کے علاوہ بھی اور کوئی تھا جسے رسول اللہؐ کا حواری کہا جاتا تھا تو حضرت ابن عمرؓ نے کہا کہ میرے علم میں کوئی اَور نہیں ہے۔ آنحضرتؐ نے حضرت زبیرؓ کیلئے یہ بھی کہا میرے ماں باپ تجھ پر قربان ہوں۔

سوال غزوہ بدر میں شامل ہونے والوں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا خوشخبری دی؟

جواب حضور انور نے فرمایا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ نے آسمان سے اہل بدر کو جھانک کر دیکھا اور فرمایا کہ تم جو کچھ کرتے رہو میں تمہیں معاف کر چکا ہوں۔

سوال خطبہ جمعہ کے آخر پر حضور انور نے کن مرحومین کا ذکر خیر فرمایا؟

جواب حضور انور نے تین مرحومین مکرم معراج احمد صاحب شہید (ڈبگری گارڈن پشاور)، مکرم ادیب احمد صاحب ناصر مربی سلسلہ (عہدی پور نارووال) اور مکرم حمید احمد شیخ صاحب (اسلام آباد، پاکستان حال لندن۔ یوکے) کا ذکرِ خیر فرمایا اور نماز جمعہ کے بعد ان کی نماز جنازہ غائب بھی ادا کی۔

......☆......☆......☆......

حمد اور شکر کے مضمون کا قرآن و حدیث اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ارشادات کی روشنی میں ایمان افروز بیان

خطبہ جمعہ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ فرمودہ یکم اگست 2003 بطرز سوال و جواب

بمنظوری سیّدنا حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

سوال حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے خطبہ جمعہ کے آغاز میں کون سی آیت تلاوت فرمائی؟

جواب حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے سورۃ ابراہیم کی آیت وَاِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكُمْ لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِيْ لَشَدِيْدٌ (آیت 8) تلاوت فرمائی۔

سوال حضور انور نے کس بات پر اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا کیا؟

جواب حضور انور نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کا بڑا شکر و احسان ہے اور اس پر ہم جتنا بھی شکر کریں کم ہے کہ اس نے محض اور محض اپنے فضل سے جلسہ سالانہ یوکے کو بخیر و خوبی اختتام تک پہنچایا اور اللہ تعالیٰ کے فضلوں کی بارش ہوتی ہم نے دیکھی اور محسوس کی اور ہر ایک نے جس نے بھی ایم ٹی اے کے ذریعہ سے دنیا کے تمام ممالک میں جہاں جہاں بھی اس جلسہ کی کارروائی دیکھی اور سنی یہی اظہار کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو ہم نے نازل ہوتے دیکھا۔ الحمد للہ، الحمد للہ۔

سوال حضور انور نے افراد جماعت کی شکر گزاری کا کن محبت بھرے الفاظ میں ذکر فرمایا؟

جواب حضور انور نے فرمایا: آج تمام اسلامی دنیا میں سوائے جماعت احمدیہ کے کسی کو یہ پتہ ہی نہیں، علم ہی نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی شکر گزاری کے کیا طریق ہیں۔ جماعت نے اللہ تعالیٰ کے حضور گڑگڑا کر دعائیں کیں اور اپنے اندر خلافت کی نعمت کو قائم رکھنے کیلئے بے انتہا تڑپے۔ نتیجۃً اس خدا نے جو سچے وعدوں والا خدا ہے اپنے بندوں کی خوف کی حالت کو امن میں بدلا۔ اس نے ہم پر رحم فرمایا اور احمدیت کے قافلہ کو پھر سے اپنی منزل کی طرف رواں دواں کر دیا۔ اس پر ہر احمدی نے اللہ تعالیٰ کی حمد اور شکر کے جذبات سے لبریز ہو کر اپنے سر اللہ تعالیٰ کے حضور جھکا دیئے۔

سوال حضور انور نے اللہ تعالیٰ کی شکر گزاری کے متعلق کون سی حدیث پیش کی؟

جواب حضور انور نے فرمایا: حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ آنحضرت ﷺ رات کو اٹھ کر نماز پڑھتے یہاں تک کہ آپؐ کے پاؤں متورّم ہو جاتے۔ ایک دفعہ مَیں نے آپؐ سے عرض کی: اے اللہ کے رسول! آپؐ کیوں اتنی تکلیف اٹھاتے ہیں جبکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے اگلے پچھلے سب قصور معاف فرما دیئے ہیں۔ اس پر حضورؐ نے فرمایا: کیا مَیں اپنے ربّ کے فضل و احسان پر اس کا شکر گزار بندہ نہ بنوں۔

سوال آنحضرت ﷺ نے دن اور رات کی شکر گزاری کا حق ادا کرنے کا کیا طریق بیان فرمایا؟

جواب حضور انور نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے صبح کے وقت یہ کہا کہ اے اللہ جو بھی نعمت مجھے ملی وہ تیری ہی طرف سے ہے۔ تیرا کوئی شریک نہیں اور تمام تعریفیں اور شکر تیرے ہی لئے ہیں۔ تو گویا اس نے اپنے دن کا شکر ادا کر دیا۔ اور جس نے اسی طرح شام کے وقت دعا کی تو اس نے اپنی رات کا شکر ادا کر دیا۔

سوال حضرت ابوہریرہؓ نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا دعا سیکھی تھی؟

جواب حضور انور نے فرمایا: حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ مَیں نے رسول اللہؐ سے یہ دعا سیکھی: اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِيْ اُعَظِّمُ شُكْرَكَ وَاُكْثِرُ ذِكْرَكَ وَاَتَّبِعُ نَصِيْحَتَكَ وَاَحْفَظُ وَصِيَّتَكَ۔ اے میرے اللہ! تو مجھے توفیق دے کہ مَیں تیرے شکر کا حق ادا کر سکوں اور

باقی صفحہ نمبر 17 پر ملاحظہ فرمائیں

وصـــایا منظوری سے قبل اس لیے شائع کی جاتی ہیں کہ اگر کسی صاحب کو کسی وصیت پر کوئی اعتراض ہوتو وہ تاریخ اشاعت سے ایک ماہ کے اندر دفتر ہذا کو مطلع کرے۔ (سیکرٹری بہشتی مقبرہ قادیان)

مسل نمبر 10141: مَیں گڑیہ بیگم زوجہ مکرم مجیب خان صاحب، قوم احمدی مسلمان پیشہ خانہ داری عمر 40 سال تاریخ بیعت 1989، ساکن حلقہ دارالبرکات ڈاکخانہ قادیان ضلع گورداسپور صوبہ پنجاب، بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ آج بتاریخ 22/جولائی 2020 وصیت کرتی ہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائداد منقولہ وغیر منقولہ کے 1/10 حصّہ کی مالک صدر انجمن احمدیّہ قادیان بھارت ہوگی۔خاکسار کی اس وقت جائداد مندرجہ ذیل ہے۔زیور نقرئی 500 گرام، حق مہر-/10,000 روپئے بذمہ خاوند۔ میرا گزارہ آمد از جیب خرچ ماہوار-/500 روپے ہے۔ میں اقرار کرتی ہوں کہ جائداد کی آمد پر حصّہ آمد بشرح چندہ عام 1/16 اور ماہوار آمد پر 1/10 حصّہ تازیست حسب قواعد صدر انجمن احمدیہ قادیان، بھارت کو ادا کرتی رہوں گی اور اگر کوئی جائداد اس کے بعد پیدا کروں تو اس کی بھی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتی رہوں گی اور میری یہ وصیت اس پر بھی حاوی ہوگی۔ میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے نافذ کی جائے۔

گواہ: مبین احمد الامۃ: گڑیہ بیگم گواہ: سیف الدین قمر

مسل نمبر 10142: مَیں شیخ لقمان احمد تقی ولد مکرم شفیع احمد غوری صاحب، قوم احمدی مسلمان طالب علم عمر 16 سال پیدائشی احمدی، ساکن حلقہ محمود ڈاکخانہ قادیان ضلع گورداسپور صوبہ پنجاب، بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ آج بتاریخ 13/جولائی 2020 وصیت کرتا ہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائداد منقولہ وغیر منقولہ کے 1/10 حصّہ کی مالک صدر انجمن احمدیّہ قادیان بھارت ہوگی۔خاکسار کی اس وقت کوئی جائداد نہیں ہے۔ میرا گزارہ آمد از جیب خرچ ماہوار -/200 روپے ہے۔ میں اقرار کرتا ہوں کہ جائداد کی آمد پر حصّہ آمد بشرح چندہ عام 1/16 اور ماہوار آمد پر 1/10 حصّہ تازیست حسب قواعد صدر انجمن احمدیہ قادیان، بھارت کو ادا کرتا رہوں گا اور اگر کوئی جائداد اسکے بعد پیدا کروں تو اسکی بھی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتا رہوں گا اور میری یہ وصیت اس پر بھی حاوی ہوگی۔ میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے نافذ کی جائے۔

گواہ: شفیع احمد غوری العبد: شیخ لقمان احمد تقی گواہ: زاہدہ خاتون

مسل نمبر 10143: مَیں شیخ عمران احمد تقی ولد مکرم شفیع احمد غوری صاحب، قوم احمدی مسلمان طالب علم عمر 15 سال پیدائشی احمدی، ساکن حلقہ محمود ڈاکخانہ قادیان ضلع گورداسپور صوبہ پنجاب، بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ آج بتاریخ 13/جولائی 2020 وصیت کرتا ہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائداد منقولہ وغیر منقولہ کے 1/10 حصّہ کی مالک صدر انجمن احمدیّہ قادیان بھارت ہوگی۔خاکسار کی اس وقت کوئی جائداد نہیں ہے۔ میرا گزارہ آمد از جیب خرچ ماہوار -/200 روپے ہے۔ میں اقرار کرتا ہوں کہ جائداد کی آمد پر حصّہ آمد بشرح چندہ عام 1/16 اور ماہوار آمد پر 1/10 حصّہ تازیست حسب قواعد صدر انجمن احمدیہ قادیان، بھارت کو ادا کرتا رہوں گا اور اگر کوئی جائداد اس کے بعد پیدا کروں تو اس کی بھی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتا رہوں گا اور میری یہ وصیت اس پر بھی حاوی ہوگی۔ میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے نافذ کی جائے۔

گواہ: شفیع احمد غوری العبد: شیخ عمران احمد تقی گواہ: زاہدہ خاتون

مسل نمبر 10144: مَیں مجیب خان ولد مکرم حبیب خان صاحب، قوم احمدی مسلمان پیشہ ملازمت عمر 48 سال پیدائشی احمدی، ساکن حلقہ دارالبرکات ڈاکخانہ قادیان ضلع گورداسپور صوبہ پنجاب، بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ آج بتاریخ 22/جولائی 2020 وصیت کرتا ہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائداد منقولہ وغیر منقولہ کے 1/10 حصّہ کی مالک صدر انجمن احمدیّہ قادیان بھارت ہوگی۔خاکسار کی اس وقت جائداد مندرجہ ذیل ہے۔ 2.50 مرلہ زمین پر ایک مکان 2 کمروں پر مشتمل بمقام محلہ دارالبرکات، ایک مکان 4 کمروں پر مشتمل بمقام جماعت اُدے پور (کٹیہ، شاہجہانپور) میرا گزارہ آمد از ملازمت ماہوار-/7100 روپے ہے۔ میں اقرار کرتا ہوں کہ جائداد کی آمد پر حصّہ آمد بشرح چندہ عام 1/16 اور ماہوار آمد پر 1/10 حصّہ تازیست حسب قواعد صدر انجمن احمدیہ قادیان، بھارت کو ادا کرتا رہوں گا اور اگر کوئی جائداد اس کے بعد پیدا کروں تو اس کی بھی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتا رہوں گا اور میری یہ وصیت اس پر بھی حاوی ہوگی۔ میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے نافذ کی جائے۔

گواہ: سیف الدین قمر العبد: مجیب خان گواہ: مبین احمد

مسل نمبر 10145: مَیں صبا مرزا بنت مکرم مرزا محمود احمد صاحب، قوم احمدی مسلمان پیشہ خانہ داری عمر 25 سال پیدائشی احمدی، ساکن حلقہ دارالبرکات ڈاکخانہ قادیان ضلع گورداسپور صوبہ پنجاب، بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ آج بتاریخ 24/اگست 2020 وصیت کرتی ہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائداد منقولہ وغیر منقولہ کے 1/10 حصّہ کی مالک صدر انجمن احمدیّہ قادیان بھارت ہوگی۔خاکسار کی اس وقت کوئی جائداد نہیں ہے۔ میرا گزارہ آمد از جیب خرچ ماہوار-/500 روپے ہے۔ میں اقرار کرتی ہوں کہ جائداد کی آمد پر حصّہ آمد بشرح چندہ عام 1/16 اور ماہوار آمد پر 1/10 حصّہ تازیست حسب قواعد صدر انجمن احمدیہ قادیان، بھارت کو ادا کرتی رہوں گی اور اگر کوئی جائداد اس کے بعد پیدا کروں تو اس کی بھی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتی رہوں گی اور میری یہ وصیت اس پر بھی حاوی ہوگی۔ میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے نافذ کی جائے۔ گواہ: امناس.پی.کے الامۃ: صبا مرزا گواہ: مامون الرشید تبریز

مسل نمبر 10146: مَیں محمد وجیہ اللہ ولد مکرم محمد سعادت اللہ صاحب، قوم احمدی مسلمان پیشہ ملازمت عمر 26 سال پیدائشی احمدی، ساکن حلقہ ننگل باغبانہ ڈاکخانہ قادیان ضلع گورداسپور صوبہ پنجاب، بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ آج بتاریخ 8/ستمبر 2020 وصیت کرتا ہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائداد منقولہ وغیر منقولہ کے 1/10 حصّہ کی مالک صدر انجمن احمدیّہ قادیان بھارت ہوگی۔خاکسار کی اس وقت کوئی جائداد نہیں ہے۔ میرا گزارہ آمد از ملازمت ماہوار-/12400 روپے ہے۔ میں اقرار کرتا ہوں کہ جائداد کی آمد پر حصّہ آمد بشرح چندہ عام 1/16 اور ماہوار آمد پر 1/10 حصّہ تازیست حسب قواعد صدر انجمن احمدیہ قادیان، بھارت کو ادا کرتا رہوں گا اور اگر کوئی جائداد اس کے بعد پیدا کروں تو اس کی بھی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتا رہوں گا اور میری یہ وصیت اس پر بھی حاوی ہوگی۔ میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے نافذ کی جائے۔

گواہ: محمد انور احمد العبد: محمد وجیہ اللہ گواہ: محمد سعادت اللہ

مسل نمبر 10147: مَیں خبیب احمد ولد مکرم حبیب احمد طارق صاحب، قوم احمدی مسلمان طالب علم عمر 19 سال پیدائشی احمدی، ساکن حلقہ نور ڈاکخانہ قادیان ضلع گورداسپور صوبہ پنجاب، بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ آج بتاریخ 1/ستمبر 2020 وصیت کرتا ہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائداد منقولہ وغیر منقولہ کے 1/10 حصّہ کی مالک صدر انجمن احمدیّہ قادیان بھارت ہوگی۔خاکسار کی اس وقت کوئی جائداد نہیں ہے۔ میرا گزارہ آمد از جیب خرچ ماہوار-/300 روپے ہے۔ میں اقرار کرتا ہوں کہ جائداد کی آمد پر حصّہ آمد بشرح چندہ عام 1/16 اور ماہوار آمد پر 1/10 حصّہ تازیست حسب قواعد صدر انجمن احمدیہ قادیان، بھارت کو ادا کرتا رہوں گا اور اگر کوئی جائداد اس کے بعد پیدا کروں تو اس کی بھی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتا رہوں گا اور میری یہ وصیت اس پر بھی حاوی ہوگی۔ میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے نافذ کی جائے۔

گواہ: حبیب احمد طارق العبد: خبیب احمد گواہ: قاضی شاہد احمد

مسل نمبر 10148: مَیں لبیب احمد ولد مکرم حبیب احمد طارق صاحب، قوم احمدی مسلمان طالب علم عمر 22 سال پیدائشی احمدی، ساکن حلقہ نور ڈاکخانہ قادیان ضلع گورداسپور صوبہ پنجاب، بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ آج بتاریخ 1/ستمبر 2020 وصیت کرتا ہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائداد منقولہ وغیر منقولہ کے 1/10 حصّہ کی مالک صدر انجمن احمدیّہ قادیان بھارت ہوگی۔خاکسار کی اس وقت کوئی جائداد نہیں ہے۔ میرا گزارہ آمد از جیب خرچ ماہوار-/300 روپے ہے۔ میں اقرار کرتا ہوں کہ جائداد کی آمد پر حصّہ آمد بشرح چندہ عام 1/16 اور ماہوار آمد پر 1/10 حصّہ تازیست حسب قواعد صدر انجمن احمدیہ قادیان، بھارت کو ادا کرتا رہوں گا اور اگر کوئی جائداد اس کے بعد پیدا کروں تو اس کی بھی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتا رہوں گا اور میری یہ وصیت اس پر بھی حاوی ہوگی۔ میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے نافذ کی جائے۔

گواہ: حبیب احمد طارق العبد: لبیب احمد گواہ: قاضی شاہد احمد

مسل نمبر 10149: مَیں نفیسہ بیگم زوجہ مکرم گلزار احمد خان صاحب، قوم احمدی مسلمان پیشہ خانہ داری عمر 48 سال پیدائشی احمدی، ساکن گاؤں امبیٹہ ڈاکخانہ گڑھی ضلع شاملی صوبہ اتر پردیس، بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ آج بتاریخ 10/جولائی 2020 وصیت کرتی ہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائداد منقولہ وغیر منقولہ کے 1/10 حصّہ کی مالک صدر انجمن احمدیّہ قادیان بھارت ہوگی۔خاکسار کی اس وقت جائداد مندرجہ ذیل ہے۔حق مہر-/2500 روپئے، زیور طلائی: 1 جوڑی کان کی بالی، 2 ناک کا کوکا (نصف تولہ 22 کیریٹ) میرا گزارہ آمد از جیب خرچ ماہوار-/500 روپے ہے۔ مَیں اقرار کرتی ہوں کہ جائداد کی آمد پر حصّہ آمد بشرح چندہ عام 1/16 اور ماہوار آمد پر 1/10 حصّہ تازیست حسب قواعد صدر انجمن احمدیہ قادیان، بھارت کو ادا کرتی رہوں گی اور اگر کوئی جائداد اس کے بعد پیدا کروں تو اس کی بھی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتی رہوں گی اور میری یہ وصیت اس پر بھی حاوی ہوگی۔ میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے نافذ کی جائے۔

گواہ: ظہیر احمد بھٹی الامۃ: نفیسہ بیگم گواہ: ادریس احمد بھٹی

مسل نمبر 10150: مَیں برکت شیخ ولد مکرم لعل چند شیخ صاحب مرحوم، قوم احمدی مسلمان پیشہ تجارت عمر 47 سال تاریخ بیعت 2020، ساکن گاؤں ابراہیم پور ڈاکخانہ بھرتپور ضلع مرشد آباد صوبہ مغربی بنگال، بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ آج بتاریخ 13/جون 2020 وصیت کرتا ہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائداد منقولہ وغیر منقولہ کے 1/10 حصّہ کی مالک صدر انجمن احمدیّہ قادیان بھارت ہوگی۔خاکسار کی اس وقت جائداد مندرجہ ذیل ہے۔ زمین 3 ڈسمل مع مکان۔ میرا گزارہ آمد از تجارت ماہوار-/6000 روپے ہے۔ میں اقرار کرتا ہوں کہ جائداد کی آمد پر حصّہ آمد بشرح چندہ عام 1/16 اور ماہوار آمد پر 1/10 حصّہ تازیست حسب قواعد صدر انجمن احمدیہ قادیان، بھارت کو ادا کرتا رہوں گا اور اگر کوئی جائداد اس کے بعد پیدا کروں تو اس کی بھی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتا رہوں گا اور میری یہ وصیت اس پر بھی حاوی ہوگی۔ میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے نافذ کی جائے۔

گواہ: قاری شفاعت اللہ مانی العبد: برکت شیخ گواہ: عزیزل احمد

مسل نمبر 10151: مَیں ہابل شیخ ولد مکرم لال چند شیخ صاحب مرحوم، قوم احمدی مسلمان پیشہ مزدوری عمر 34 سال پیدائشی احمدی، ساکن گاؤں ابراہیم پور ڈاکخانہ بھرتپور ضلع مرشد آباد صوبہ بنگال، بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ آج بتاریخ 5/ستمبر 2019 وصیت کرتا ہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائداد منقولہ وغیر منقولہ کے 1/10 حصّہ کی مالک صدر انجمن احمدیّہ قادیان بھارت ہوگی۔خاکسار کی اس وقت جائداد مندرجہ ذیل ہے۔ زمین 4 ڈسمل مع مکان۔ میرا گزارہ آمد از مزدوری ماہوار-/10,000 روپے ہے۔ میں اقرار کرتا ہوں کہ جائداد کی آمد پر حصّہ آمد بشرح چندہ عام 1/16 اور ماہوار آمد پر 1/10 حصّہ تازیست حسب قواعد صدر انجمن احمدیہ قادیان، بھارت کو ادا کرتا رہوں گا اور اگر کوئی جائداد اس کے بعد پیدا کروں تو اس کی بھی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتا رہوں گا اور میری یہ وصیت اس پر بھی حاوی ہوگی۔ میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے نافذ کی جائے۔

گواہ: قاری شفاعت اللہ منڈل العبد: ہابل شیخ گواہ: اشرف الشیخ

مسل نمبر 10152: مَیں منیر الشیخ ولد مکرم سراج الدین احمد صاحب، قوم احمدی مسلمان پیشہ ملازمت عمر 34 سال پیدائشی احمدی، ساکن ابراہیم پور ڈاکخانہ بھرتپور ضلع مرشد آباد صوبہ بنگال، بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ آج بتاریخ 5/جولائی 2020 وصیت کرتا ہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائداد منقولہ وغیر منقولہ کے 1/10 حصّہ کی مالک صدر انجمن احمدیّہ قادیان بھارت ہوگی۔خاکسار کی اس وقت جائداد مندرجہ ذیل ہے۔ 4.50 ڈسمل زمین۔ میرا گزارہ آمد از ملازمت ماہوار-/5400 روپے ہے۔ میں اقرار کرتا ہوں کہ جائداد کی آمد پر حصّہ آمد بشرح چندہ عام 1/16 اور ماہوار آمد پر 1/10 حصّہ تازیست حسب قواعد صدر انجمن احمدیہ قادیان، بھارت کو ادا کرتا رہوں گا اور اگر کوئی جائداد اس کے بعد پیدا کروں تو اس کی بھی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتا رہوں گا اور میری یہ وصیت اس پر بھی حاوی ہوگی۔ میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے نافذ کی جائے۔

گواہ: قاری شفاعت اللہ منڈل العبد: منیر الشیخ گواہ: قاضی طارق احمد

EDITOR
MANSOOR AHMAD
Mobile. : +91 82830 58886
e -mail : badrqadian@rediffmail.com
website : www.akhbarbadrqadian.in
www.alislam.org/badr

REGISTERED WITH THE REGISTRAR OF THE NEWSPAPERS FOR INDIA AT NO RN 61/57

ہفت روزہ
بدر قادیان
Weekly **BADAR** Qadian
Distt. Gurdaspur (Pb.) INDIA Qadian - 143516

Postal Reg. No. GDP/001/2019-20 Vol. 69 Thursday 8 - October - 2020 Issue. 41

MANAGER
NAWAB AHMAD
Mobile : +91 94170 20616
e -mail:managerbadrqnd@gmail.com

ANNUAL SUBSCRIPTION : Rs.700/- (Per Issue : Rs.11/-) By Air : 50 Pounds or 80 US Dollars - 60 Euro (**WEIGHT** : 50 -100 Gms/Issue)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عظیم المرتبت بدری صحابی حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اوصاف حمیدہ کا ایمان افروز تذکرہ

خلاصہ خطبہ جمعہ سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ 2/ اکتوبر 2020ء بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد (برطانیہ)

تشہد، تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا: بدری صحابہ کے ذکر میں جن صحابی کا ذکر ہوگا وہ ہیں حضرت ابوعبیدہ بن جراح ؓ۔ حضرت ابوعبیدہ بن جراح کا نام عامر بن عبداللہ تھا اور ان کے والد کا نام عبداللہ بن جراح تھا۔ حضرت ابوعبیدہ اپنی کنیت کی وجہ سے زیادہ مشہور ہیں جبکہ آپ کے نسب کو آپ کے دادا جراح سے جوڑا جاتا ہے۔ آپ کی والدہ کا نام عمیمہ بنت غنم تھا اور آپ کا تعلق قبیلہ قریش کے خاندان بنو حارث بن فہر سے تھا۔ ان کا قد لمبا تھا جسم نحیف تھا دبلے پتلے تھے اور چہرے پر کم گوشت تھا۔ سامنے کے دو دانت غزوہ احد کے موقع پر رسول اللہ ﷺ کے رخسار میں پھنسے ہوئے خود کے حلقوں کو نکالتے ہوئے ٹوٹ گئے تھے آپ کی داڑھی زیادہ گھنی نہ تھی اور آپ خضاب کا استعمال کیا کرتے تھے۔ حضرت ابوعبیدہ بن جراح نے متعدد شادیاں کی تھیں مگر ان میں صرف دو بیویوں سے اولاد ہوئی۔ آپ کے دو بیٹے تھے ایک کا نام یزید اور دوسرے کا نام عمیر تھا۔ حضرت ابوعبیدہ ان دس صحابہ میں سے ہیں جن کو رسول اللہ ﷺ نے اپنی زندگی میں جنت کی بشارت دی تھی جن کو عشرہ مبشرہ کہتے ہیں۔ حضرت ابوعبیدہ کا شمار قریش کے باوقار با اخلاق اور باحیا لوگوں میں ہوتا تھا۔ حضرت ابوعبیدہ نے حضرت ابوبکر کی تبلیغ سے اسلام قبول کیا۔ اس وقت ابھی مسلمان دارِ ارقم میں پناہ گزین نہیں ہوئے تھے۔ حضرت ابوعبیدہ بن جراح کا اسلام لانے میں نواں نمبر ہے۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہر امت کا ایک امین ہوتا ہے اور میری امت کے امین ابوعبیدہ بن جراح ہیں۔ ایک موقع پر آنحضرت ﷺ نے حضرت ابوعبیدہ بن جراح کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا **ھذا امین ھذہ الامۃ**۔ یہ اس امت کا امین ہے۔ حضرت ابوہریرہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ابوبکر عمر ابوعبیدہ بن جراح، اُسید بن حضیر، ثابت بن قیس بن شماس، معاذ بن جبل اور معاذ بن عمرو بن جموح کتنے اچھے انسان ہیں یعنی آپ ؐ نے ان کی تعریف فرمائی۔ ایک مرتبہ حضرت عائشہ سے پوچھا گیا کہ اگر رسول اللہ ﷺ اپنے بعد کسی کو جانشین بناتے تو کسے بناتے؟ اس پر حضرت عائشہ نے فرمایا حضرت ابوبکر کو۔ لوگوں نے پوچھا اور حضرت ابوبکر کے بعد کسے؟ حضرت عائشہ نے فرمایا حضرت عمر کو، لوگوں نے پوچھا حضرت عمر کے بعد کسے تو حضرت عائشہ نے فرمایا کہ حضرت ابوعبیدہ بن جراح کو۔

حضرت عائشہ کی نظر میں حضرت ابوعبیدہ کی اتنی قدر و منزلت تھی کہ وہ کہا کرتی تھیں کہ حضرت عمر کی وفات پر ابوعبیدہ زندہ ہوتے تو وہی خلیفہ ہوتے۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت عمر نے اپنی وفات کے وقت فرمایا کہ اگر آج حضرت ابوعبیدہ زندہ ہوتے تو میں انہیں خلیفہ نامزد کرتا اور اگر میرا ربّ مجھ سے اس بارے میں پوچھتا کہ کیوں نامزد کیا ہے؟ تو مَیں عرض کرتا کہ میں نے تیرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ ابوعبیدہ اس امت کا امین ہے اس لئے اسے جانشین بنایا ہے۔

آپ ہجرت حبشہ میں بھی شریک تھے۔ حضرت ابوعبیدہ مدینہ ہجرت کر کے آئے تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ انہیں دیکھ کر تمتما اٹھا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آگے بڑھ کر معانقہ کیا۔ حضرت ابوعبیدہ بن جراح نے غزوہ بدر، احد اور دیگر تمام غزوات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شرکت کی۔ غزوہ بدر کے وقت حضرت ابوعبیدہ بن جراح کی عمر 41 سال تھی۔ غزوہ بدر کے روز حضرت ابوعبیدہ بن جراح مسلمانوں کی طرف سے میدان جنگ میں آئے اور آپ کا باپ عبداللہ کفار کی طرف سے میدان میں آیا۔ باپ بیٹا آمنے سامنے ہوئے۔ باپ نے جنگ کے دوران بیٹے کو نشانہ بنانا چاہا مگر حضرت ابوعبیدہ بچتے رہے مگر باپ نے پیچھا نہ چھوڑا جب حضرت ابوعبیدہ نے دیکھا کہ باپ پیچھا ہی نہیں چھوڑ رہا تو جذبہ توحید نسبی تعلق پر غالب آیا تو پھر عبداللہ جو ان کا باپ تھا اپنے ہی بیٹے حضرت ابوعبیدہ بن جراح کے ہاتھوں قتل ہوا۔

غزوہ احد کے موقع پر حضرت ابوعبیدہ بن جراح ان لوگوں میں سے تھے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ثابت قدم موجود رہے جب لوگ منتشر ہو گئے تھے۔ ذوالقعدہ چھ ہجری میں صلح حدیبیہ کے موقع پر جب صلح نامہ لکھا گیا تو اس معاہدے کی دو نقلیں تیار کی گئیں اور بطور گواہ کے فریقین کے متعدد معززین نے ان پر اپنے دستخط کئے۔ مسلمانوں کی طرف سے دستخط کرنے والوں میں حضرت ابوعبیدہ بن جراح بھی شامل تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوعبیدہ بن جراح کو کئی سرایا میں بھجوایا تھا۔ ان میں سے ایک سریہ ذات السلاسل ہے۔ حضرت عمرو بن عاص کی کمک بھیجنے کی درخواست پر آنحضرت ﷺ نے پیغام ملتے ہی دو سو مہاجرین اور انصار کی جماعت حضرت ابوعبیدہ بن جراح کی قیادت میں عمرو بن عاص کی مدد کیلئے روانہ فرمادی اور ہدایت فرمائی کہ عمرو کے ساتھ جا کر ملیں اور اختلاف نہ کریں۔ جب یہ فوج حضرت عمرو بن عاص کی فوج سے مل گئی تو تمام لشکر کی امارت کا سوال پیدا ہوا۔ حضرت ابوعبیدہ اگرچہ اپنے مرتبہ کے لحاظ سے امارت کے مستحق تھے مگر جب حضرت عمرو بن عاص نے اصرار کیا کہ میں ہی ساری فوج کی قیادت کروں گا تو حضرت ابوعبیدہ نے خوشدلی سے ان کی قیادت قبول کر لی اور ان کی زیر امارت نہایت بہادری سے دشمنوں کے خلاف لڑائی لڑے یہاں تک کہ دشمن کو شکست ہوگئی۔ جب کامیابی کے بعد مدینہ واپس آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوعبیدہ بن جراح کی اطاعت کی کیفیت سنی تو فرمایا رَحِمَ اللّٰہُ اَبَا عبیدۃ کہ ابوعبیدہ پر اللہ کی رحمت ہو کہ اس نے یہ اطاعت کا معیار قائم کیا۔

حضرت سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب سریہ سیف البحر کے ضمن میں لکھتے ہیں کہ مذکورہ بالا غزوہ ان غزوات میں سے ہے جن میں کسی سے جنگ کرنا مقصود نہیں تھا بلکہ اس میں شامل لوگ قافلہ تجارت کی حفاظت کی غرض سے بھیجے گئے تھے۔ یہ مہم تین سو مہاجر و انصار پر مشتمل تھی۔ حضرت ابوعبیدہ بن جراح اس کے امیر تھے۔ ابن سعد نے سریۃ الخبط کے عنوان سے اس کا مختصر ذکر کیا ہے۔ خبط کے معنی ہیں درخت کے پتے۔ زادِ راہ ختم ہونے کی وجہ سے مجاہدین کو پتے کھانے پڑے تھے۔ ابن سعد نے اسکی تاریخ وقوع رجب آٹھ ہجری بتائی ہے اور یہ زمانہ صلح حدیبیہ کا تھا۔ آنحضرت ﷺ نے دور اندیشی سے کام لیا اور بطور احتیاط مذکورہ بالا حفاظتی دستہ علاقہ سیف البحر میں بھیجا تھا تا شام سے آنے والے قریشی قافلے سے کوئی چھیڑ چھاڑ نہ ہو اور قریش کے ہاتھ میں نقض معاہدہ کا کوئی بہانہ نہ مل جائے۔

حضرت ابوہریرہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے بحرین والوں سے جزیہ کی شرط پر صلح کی تھی اور ان پر حضرت علاء بن حضرمی کو امیر مقرر فرمایا تھا۔ آپ ﷺ نے حضرت ابوعبیدہ کو وہاں جزیہ لینے کیلئے بھیجا جب حضرت ابوعبیدہ جزیہ لے کر واپس آئے تو فجر کی نماز سب لوگوں نے رسول اللہ ﷺ کے پیچھے ادا کی۔ آپ ﷺ نے نماز پڑھا کر جب پیچھے مڑ کر دیکھا تو ان کو دیکھ کر آپ ﷺ مسکرائے اور فرمایا کہ لگتا ہے تمہیں معلوم ہوگیا ہے کہ ابوعبیدہ کچھ لائے ہیں لوگوں نے عرض کیا جی یا رسول اللہ۔ آپ ﷺ نے فرمایا پس خوش ہو جاؤ اور اس کی امید رکھو جو تمہارے لئے بہتر ہے۔ میں تمہارے بارے میں محتاجی سے نہیں ڈرتا بلکہ میں اس بات سے ڈرتا ہوں کہ دنیا تم پر کشادہ کر دی جائے اور پھر تم بڑھ چڑھ کر حرص کرنے لگ جاؤ۔ مجھے یہ خوف ہے کہ دنیاداری میں پڑ کے تم کہیں اپنے آپ کو ہلاک نہ کرو۔ حضور انور نے فرمایا پس یہ تنبیہ ہے جو ہر ایک کو اپنے سامنے رکھنی چاہئے اور اپنی حالتوں کا ہمیشہ جائزہ لیتے رہنا چاہئے کہ آنحضرت ﷺ کی پیشگوئی کے مطابق مال تو آئیں گے لیکن ہمیں اس مال کی وجہ سے اپنے دین کو نہیں بھول جانا چاہئے۔

حضور انور نے فرمایا: حضرت ابوبکر کی نظر میں حضرت ابوعبیدہ کا یہ مقام تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد آپ نے حضرت ابوعبیدہ کا نام خلافت کیلئے تجویز فرمایا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ جب مسند خلافت پر متمکن ہوئے تو انہوں نے بیت المال کا کام حضرت ابوعبیدہ کے ذمہ لگایا۔ 13 ہجری میں حضرت ابوبکر نے آپ کو شام کی طرف امیر لشکر بنا کر بھیجا۔ جب لشکر روانہ ہونے لگا تو حضرت ابوبکر نے فرمایا دیکھو نہ اپنے پر تنگی وارد کرنا نہ اپنے ساتھیوں پر۔ اپنی قوم اور ساتھیوں پر ناراضگی کا اظہار نہ کرنا ان سے مشورے کرنا اور انصاف سے کام لینا۔ ظلم و جور سے دور رہنا کہ ظالم کبھی فلاح نہیں پاتا اور کبھی کامیابی کا منہ نہیں دیکھتا۔ جب تمہاری دشمن سے مڈبھیڑ ہو جائے تو دشمن کو پیٹھ نہیں دکھانا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جو اس دن پیٹھ پھیرے گا اس پر خدا کا غضب ٹوٹے گا اور اس کا ٹھکانہ جہنم ہوگا سوائے اسکے کہ جو لڑائی کیلئے جگہ بدلتا ہے یا اپنے ساتھیوں سے رابطہ قائم کرنا چاہتا ہے اگر تم دشمن پر غلبہ پاؤ تو کسی بچے بوڑھے اور عورت کو قتل نہ کرنا کسی جانور کو ہلاک نہ کرنا عہد شکنی نہ کرنا معاہدہ کر کے اسے خود نہ توڑنا۔ حضرت ابوعبیدہ نے سب سے پہلے شام کے شہر ماب کو فتح کیا۔ اسکے بعد آپ نے جابیہ کا رخ کیا جہاں رومیوں کا بڑا لشکر مقابلے کیلئے تیار تھا اس پر حضرت ابوعبیدہ نے حضرت ابوبکر کی خدمت میں مزید مدد کیلئے درخواست کی۔ حضرت ابوبکر نے حضرت خالد بن ولید کو حضرت ابوعبیدہ کے لشکر کا امیر مقرر کر کے ان کی مدد کیلئے بھیجا۔ حضرت خالد بن ولید نے عراق سے حضرت ابوعبیدہ کو خط لکھا کہ اللہ کی آپ پر سلامتی ہو مجھے حضرت ابوبکر نے شام کی طرف کوچ کرنے کا حکم دیا ہے اور فوجوں کی قیادت میرے سپرد فرمائی ہے۔ خدا کی قسم میں نے اس کا کبھی مطالبہ نہیں کیا اور نہ میری خواہش تھی۔ آپ کی وہی حیثیت ہوگی جو پہلے ہے۔ ہم آپ کی نافرمانی نہیں کریں گے اور نہ آپ کو نظر انداز کر کے کوئی فیصلہ کریں گے۔ آپ مسلمانوں کے سردار ہیں آپ کی فضیلت کا ہم انکار نہیں کرتے اور نہ آپ کے مشورے سے مستغنی ہو سکتے ہیں۔ حضور انور نے فرمایا: یہ دیکھیں یہ ہے مؤمنانہ شان۔ دونوں طرف سے کس طرح عاجزانہ طور پر اطاعت کا اظہار کیا گیا ہے۔ اسکے بعد اسلامی لشکر نے شام کے مختلف شہروں اجنادین، فحل، دمشق، لازقیہ وغیرہ مقامات کو فتح کیا۔

خطبہ جمعہ کے آخر پر حضور انور نے فرمایا: پاکستان کے احمدیوں کیلئے بھی آجکل بہت دعا کریں۔ اللہ تعالیٰ انہیں مولویوں اور حکومت کے اہلکاروں کے شر سے محفوظ رکھے۔ وہاں پھر مخالفت کی شدید لہر آئی ہوئی ہے قانون کے محافظ نہ صرف یہ کہ انصاف کو نہیں جانتے بلکہ اس کی دھجیاں اڑا رہے ہیں اور جو مولوی کہتا ہے اس کے پیچھے چل رہے ہیں کہ سیاسی استحکام شاید ان کو اسی طرح مل جائے لیکن یہ ان کی بھول ہے یہ ہمیشہ یاد رکھیں کہ یہی چیز ان کی تباہی کا ذریعہ بنے گی ہم تو پہلے بھی ان تکلیفوں سے گزرتے رہے ہیں اب بھی انشاء اللہ تعالیٰ اللہ تعالیٰ کی مدد سے گزر جائیں گے لیکن ان کی یہ حرکتیں، اگر یہ ان سے باز نہ آئے تو ان کی تباہی یقینی ہے۔ پس احمدی آجکل بہت دعائیں کریں کہ اللہ تعالیٰ یہ مشکلات دور فرمائے اللہ تعالیٰ سے اپنے تعلق میں بڑھیں خاص طور پر پاکستان میں رہنے والے احمدی اور باہر رہنے احمدی بھی تا کہ اللہ تعالیٰ کی مدد اور نصرت جلد آئے اور ان مشکلات سے وہاں کے رہنے والے احمدی چھٹکارا پا سکیں۔

......☆......☆......☆......

Printed & Published by: Jameel Ahmed Nasir on behalf of Nigran Board of Badar. Name of Owner: Nigran Board of Badar. And printed at Fazle-Umar Printing Press. Harchowal Road, Qadian, Distt. Gurdaspur-143516, Punjab. And published at office of Weekly Badar Mohallah - Ahmadiyya, Qadian Distt. Gsp-143516, Punjab. India. Editor:Mansoor Ahmad